www.KitaboSunnat.com

سیدنا صدیق اکبر کی وصیت

سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اپنے جانشین کی نامزدگی کے سلسلہ میں سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کو وصیت کی جو دستاویز لکھوائی، اس کے الفاظ یہ تھے:

''بسم اللہ الرحمن الرحیم اس دارِ فانی سے کوچ کرتے وقت اور آخرت کی ہولناک گھاٹیوں میں قدم رکھتے وقت ابوبکر ابن ابی قحافہ امت اسلام کو یہ وصیت کر رہا ہے۔ بلاشبہ یہ وہ وقت ہے جب بڑے سے بڑا کافر بھی ایمان لے آتا ہے، اور ہر فاجر و فاسق اور کذاب کے سامنے حق کی سچائی کھل کر آ جاتی ہے۔ میں نے اپنے بعد تم لوگوں کے لیے....''

اتنا کہنے کے بعد آپ پر غشی طاری ہو گئی اور آپ کسی کا نام نہ لے سکے۔ سیدنا عثمان نے یہ جانتے ہوئے کہ آپ عمر رضی اللہ عنہ ہی کو منتخب کریں گے، ان کا نام لکھ دیا۔ جب سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو افاقہ ہوا تو آپ نے فرمایا: ''جو تم نے لکھا ہے، مجھے پڑھ کر سناؤ۔'' عثمان رضی اللہ عنہ نے وصیت بمعہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے نام کے پڑھ کر سنا دی۔ سیدنا ابوبکر نے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کا نام سن کر ''اللہ اکبر'' کہا اور فرمایا: ''شاید تمہیں ڈر تھا کہ میں کہیں خلیفہ کا نام لیے بغیر ہی اس دنیا سے نہ چلا جاؤں اور لوگوں میں اختلاف و انتشار پیدا ہو جائے۔ اللہ تمہیں اس کا بہترین بدلہ عطا فرمائے۔ اللہ کی قسم! تم بذات خود بھی خلیفہ بننے کے اہل ہو۔''

اس کے بعد آپ نے وصیت نامہ کی عبارت کو آگے بڑھاتے ہوئے فرمایا:

''اپنے خلیفہ کی بات ماننا اور اس کی اطاعت کرنا۔ میں نے اللہ، اس کے رسول، اس کے دین نیز اپنے اور تمہارے لیے خیر خواہی کرنے میں کوئی کسر باقی نہیں چھوڑی۔ اگر عمر عدل و انصاف سے کام لیتے ہیں اور مجھے امید ہے کہ وہ ایسا ہی کریں گے تو بہت خوب، لیکن اگر وہ خلافت سنبھالنے کے بعد بدل جاتے ہیں، تو اللہ تعالیٰ ہر انسان کو اس کے عمل کے مطابق ہی بدلہ دے گا۔ میں نے حتی الامکان مسلمانوں کی خیر خواہی چاہی ہے، لیکن اس کے باوجود میں غیب نہیں جانتا۔

﴿ وَسَيَعْلَمُ الَّذِينَ ظَلَمُوا أَيَّ مُنقَلَبٍ يَنقَلِبُونَ ﴾ الشعراء: 227۔

''اور جن لوگوں نے ظلم کیا وہ عنقریب جان لیں گے کہ لوٹنے کی کون سی جگہ لوٹ کر جائیں گے''۔

والسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

پھر آپ نے اس دستاویز پر مہر ثبت کرنے کا حکم دیا اور حضرات عمر بن خطاب، اسید بن حضیر اور اسید بن سعید قرظی کے ہمراہ اپنے گھر سے باہر نکلے اور لوگوں سے فرمایا: ''کیا تم لوگ اس دستاویز میں مذکور شخص کی بیعت کرو گے؟''۔

سب نے یک زبان ہو کر کہا: ''جی ہاں! ہم راضی ہیں۔''

ایک اور روایت میں ہے کہ سیدنا صدیق اکبر نے اپنے گھر کی کھڑکی سے لوگوں کی طرف جھانکا اور فرمایا: ''لوگو! میں نے یہ خلافت ایک شخص کے سپرد کی ہے، کیا تم اس نامزدگی پر راضی ہو؟'' سب نے یک زبان ہو کر کہا: ''اے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نائب ہمیں آپ کا ہر فیصلہ قبول ہے''۔

اس موقع پر سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے اٹھ کر کہا: ''ہم اسی صورت میں آپ کے نامزد کردہ شخص کو خلیفہ تسلیم کریں گے، اگر وہ عمر بن خطاب ہوگا۔'' سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے سیدنا علی کی بات سن کر کہا: ''میں نے عمر ہی کو خلیفہ نامزد کیا ہے۔'' آپ کے اس فیصلے سے تمام مسلمان راضی ہو گئے، اور سیدنا عمر کے ہاتھ پر سب نے بیعت کر لی۔

اس وقت سیدنا ابوبکر صدیق نے آسمان کی طرف ہاتھ اٹھا کر یہ دعا کی: ''اے اللہ! میں نے ہمیشہ مسلمانوں کی خیر خواہی کی ہے، مجھے ڈر تھا کہ میرے بعد یہ کسی فتنے کا شکار نہ ہو جائیں، اس لیے میں نے وہ فیصلہ کیا جس کے بارے میں تُو مجھ سے بہتر جانتا ہے۔ میں نے ان کے مشورے اور کافی سوچ بچار کے بعد ایک ایسے شخص کو خلیفہ مقرر کیا، جو نہ صرف ان میں سب سے زیادہ بہتر اور مضبوط ہے، بلکہ وہ ان کو جو نصیحت بھی کرتا ہے، اس پر سب سے پہلے خود عمل کرتا ہے۔

اے اللہ! اب میرے پاس تیرا حکم آن پہنچا ہے، پس تو میرے بعد ان کا نگران بن جا۔ بے شک یہ تیرے ہی بندے ہیں اور ان کی پیشانیاں تیرے ہی ہاتھ میں ہیں۔ اے اللہ! ان کے خلیفہ کی اصلاح فرما اور اسے اپنے ہدایت یافتہ خلفاء میں سے بنا، جو تیرے رسول محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے طریقے پر چلنے والے نیک لوگوں کا راستہ اختیار کرے۔ اے اللہ! تو اس کی رعایا کو بھی سدھار اور ان کی اصلاح فرما۔''

(أبو بكر الصديق، على الطنطاوى : ص 254)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جا کر گھر کی خبر لو

یحییٰ بن سعید کہتے ہیں کہ عمر رضی اللہ عنہ نے ایک آدمی سے پوچھا: تیرا نام کیا ہے؟ اس نے کہا: جَمْرَۃ (انگارہ) آپ نے پوچھا: کس کے بیٹے ہو؟ اس نے جواب دیا: اِبْنُ شِهَابٍ (شعلے کا بیٹا) پھر پوچھا: کس قبیلے سے ہو؟ اس نے جواب دیا: مِنَ الْحُرَقَةِ بنوحرقہ (جلنے والوں) سے۔ انہوں نے دوبارہ سوال کیا: وہ کس قبیلے کی شاخ ہے؟ اس نے جواب دیا: مِنْ بَنِي ضِرَامٍ بنوضرام (شعلہ زنی) سے۔"

اسی طرح عمر رضی اللہ عنہ نے اس کے رہن سہن کے متعلق تین چار سوال کیے اور وہ آدمی انہی الفاظ کے ساتھ جواب دیتا رہا جو آگ اور اس کے مترادفات کے ہم معنی تھے۔ جب عمر رضی اللہ عنہ نے اس سے پوری معلومات لے لیں تو کہا: ہم آگ سے اللہ کی پناہ چاہتے ہیں اور فرمایا: اپنے گھر والوں کے پاس جاؤ، مجھے لگتا ہے کہ آگ ان کے گھروں تک پہنچ چکی ہے۔ سیرت نگاروں نے لکھا ہے کہ جب وہ اپنے قبیلے کی طرف لوٹا تو واقعی آگ ان کے گھروں کو لپیٹ میں لے چکی تھی اس نے کوشش کر کے آگ بجھا دی۔ یہ درست اندازہ سیدنا عمر فاروق کی زبردست فراست کا نتیجہ ہے۔

(عبقرية عمر، ص:31)

سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی قیمتی نصیحتیں

ایک روایت کے مطابق سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے جب خلافت کی باگ ڈور سنبھالی، تو آپ نے لوگوں کو چند قیمتی نصیحتیں ارشاد فرمائیں۔ آپ نے فرمایا:

"اللہ تعالیٰ مجھے اس حال میں نہ دیکھے کہ میں اپنے آپ کو ابوبکر صدیق کے برابر سمجھوں۔ اس کے بعد آپ منبر کی تین سیڑھیوں میں سے ایک سیڑھی نیچے آ گئے اور اللہ کی حمد وثنا بیان کرنے کے بعد فرمایا: "قرآن کی تلاوت کثرت سے کیا کرو، اللہ اس کے ذریعے تمہیں دنیا میں عزت عطا فرمائے گا، اس کی تلاوت کیا کرو، تم اہل قرآن میں شامل ہو جاؤ گے۔ نیز اس سے پہلے کہ تمہارے اعمال کا وزن کیا جائے، تم خود ہی اپنے اعمال کا جائزہ لو۔ اس ہولناک دن کی تیاری کرو جس میں تمہیں اللہ کے سامنے پیش کیا جائے گا۔ اس دن کوئی چیز بھی اللہ سے چھپی نہ رہ سکے گی۔

کسی کو اس کا حق دیتے وقت اللہ کی نافرمانی سے بچنا لازم ہے۔ میں اللہ کے اس عطا کردہ مسلمانوں کے مال میں اپنے آپ کو بالکل یتیم کی کفالت کرنے والے کی طرح سمجھتا ہوں۔ اگر میرے پاس کھانے کو ہوتا ہے، تو اللہ کے اس مال کو ہاتھ بھی نہیں لگاتا، اور اگر نہ ہو تو اس میں سے بقدرِ ضرورت ہی لیتا ہوں۔

(الدولة الإسلامية، للدكتور حمدي شاهين: ص 120)

سیدنا عمر فاروق کا انداز خطابت

سیدنا عمر فاروق زبردست خطیب اور عمدہ مقرر تھے۔ ایک اعلیٰ درجے کے خطیب میں جو صفات درکار ہوتی ہیں وہ سب کی سب سیدنا عمر فاروق میں موجود تھیں۔ آواز بلند اور پررعب تھی، قد اتنا بلند تھا کہ زمین پر کھڑے ہوتے تو معلوم ہوتا تھا کہ منبر پر کھڑے ہیں۔ اور سب سے بڑی بات جو خطیب کے کلام میں اثر پیدا کرتی ہے وہ یہ کہ خطیب یا مقرر جو کہہ رہا ہے اس کی اپنی عملی زندگی اس پر شہادت دیتی ہو۔ سیدنا عمر فاروق ایسے ہی تھے کہ جو نصیحت کسی کو کرتے پہلے خود اسے اپنی ذات پر نافذ کرتے۔

(الفاروق، ص:366)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی سیاسی حکمت عملی

سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ امیر المؤمنین بننے کے چندروز بعد منبر پر جلوہ افروز ہوئے اور اپنی خلافت کی حکمت عملی بیان کی۔ آیئے ان کے اس نہایت اہم خطاب کا مطالعہ کرتے ہیں۔ انہوں نے حمد وثنا کے بعد سرور کائنات حضرت محمد ﷺ اور سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ساتھ اپنے خصوصی تعلقات کا ذکر کیا اور کہا:

عہد فاروقی میں اسلامی ریاست کی حدود

سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے عہدِ زریں میں اسلامی ریاست کی حدود مشرق میں دریائے جیحون اور سندھ تک مغرب میں افریقیہ اور صحرائے اعظم تک، شمال میں ایشیائے کوچک اور سرزمین آرمینیا تک اور جنوب میں نوبیہ (سوڈان) تک وسیع ہوگئیں۔ یوں تاریخِ عالم میں پہلی دفعہ ایک ایسی زبردست عالمی قوت معرضِ وجود میں آئی جس میں طرح طرح کے رنگ ونسل، ادیان، اقوام اور جداگانہ عادات کے بھانت بھانت کے لوگ پائے جاتے تھے۔ سب لوگ اسلام کے عادلانہ بلکہ کریمانہ نظام سے پوری طرح مطمئن تھے۔ اس دین حنیف نے مختلف عقائد، عادات اور طرح طرح کے ادیان کی موجودگی کے باوجود اپنی ریاست کے تمام باشندوں کے جملہ حقوق بلا امتیاز محفوظ کردیے تھے۔

(الدولة الإسلامية في عصر الخلفاء الراشدين، ص:231)

پہلا خطبہ خلافت

علامہ ابن سعد بیان کرتے ہیں: سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ بائیس جمادی الثانی 13ھ منگل کی رات کو فوت ہوئے۔ اسی دن صبح کو سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے بطور خلیفہ خطبہ دیا۔

(طبقات ابن سعد :3/ 49)

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے خطبہ خلافت میں سب سے پہلی بات یہ کہی:

اللَّهُمَّ إِنِّي شَدِيدٌ فَلَيِّنِّي، وَإِنِّي ضَعِيفٌ فَقَوِّنِي، وَإِنِّي بَخِيلٌ فَسَخِّنِي

''اے اللہ! میں بہت سخت ہوں، مجھے نرم کردے۔ کمزور ہوں، مجھے طاقت بخش دے۔ بخیل ہوں، مجھے سخی بنادے''۔

(مناقب أمير المؤمنين لابن الجوزي: 170، 171)

یہ دونوں عظیم المرتبت حضرات اپنی وفات تک مجھ سے راضی رہے؟ سامعین کرام! مجھے تمہارا خلیفہ بنایا گیا ہے۔ جان لو کہ میری شدت اور سختی میں نرمی آچکی ہے۔ ہاں! ظالم اور زیادتی کرنے والے پر میں ضرور سختی کروں گا۔ اگر میں نے کسی کو کسی پر ظلم و زیادتی کرتے ہوئے پایا تو اسے اپنے ظلم اور زیادتی کا حساب دینا ہوگا۔ جان لو! یہاں جس کی لاٹھی اس کی بھینس کا قانون نہیں چلے گا بلکہ میں ناتواں کو طاقت ور سے اُس کا حق لے کر دوں گا، ان شاء اللہ۔

جان لو کہ میں پاکدامن اور ناتواں افراد کے سامنے خود کو سرنگوں کردوں گا۔ لوگو! اگر تم مجھ میں کوئی کمی یا کوتاہی دیکھو تو میرا مؤاخذہ کر سکتے ہو۔ میں تمہارے خراج اور غنیمت کے اموال صرف اللہ کے راستے میں خرچ کروں گا۔ تم اس بات کا خیال رکھنا کہ میرے ہاتھوں ایک درہم بھی غلط جگہ خرچ نہ ہونے پائے۔ ان شاء اللہ میں تمہارے عطیات اور تنخواہوں میں اضافہ کرتا رہوں گا۔ تمہاری سرحدوں کی حفاظت کروں گا۔ میں کوئی ایسا قدم ہرگز نہیں اٹھاؤں گا جس کے باعث تم میں سے کسی کو نقصان پہنچے۔ میں بہت لمبے عرصے کے لیے سرحدوں پر کسی فوجی کی ڈیوٹی نہیں لگاؤں گا۔

(الإدارة العسكرية في عهد الفاروق: ص 106، والدولة الإسلامية، للدكتور حمدي شاهين: ص 120)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اللہ تعالیٰ کی تقدیر سے اللہ تعالیٰ کی تقدیر کی طرف

اپنے دورِ خلافت میں سیدنا عمر فاروق ﷛ ایک مرتبہ شام کے دورے پر تشریف لے گئے۔ قریب پہنچ کر معلوم ہوا کہ وہاں طاعون کی وبا پھیلی ہوئی ہے۔ شام سے پہلے سرغ نامی مقام پر پہنچے تو عمالِ خلافت اور دیگر عہدے داروں نے آپ کا اور آپ کے ہمراہ جانے والے مہاجرین وانصار کا پرتپاک استقبال کیا۔

آپ نے وہاں احباب سے مشورہ طلب فرمایا کہ انہیں آگے بڑھنا چاہیے یا نہیں؟ اس بارے میں اختلاف رائے پیدا ہوگیا۔ دو گروہ بن گئے ایک کا کہنا تھا کہ آپ اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے نکلے ہیں آپ کو آگے بڑھنا چاہیے۔ کسی نے مشورہ دیا: یہ ایک آزمائش ہے، آپ خود کو ہلاکت میں نہ ڈالیے۔ اس کے بعد آپ نے قریشی مہاجرین کو، جو فتح مکہ میں شامل ہوئے تھے، اپنے پاس بلایا اور اُن کی رائے طلب فرمائی۔ انہوں نے متفقہ طور پر پلٹنے کا مشورہ دیا۔ سیدنا عمر ﷛ نے اعلان فرمادیا کہ ہم صبح واپس روانہ ہوں گے۔

اس موقع پر سیدنا ابوعبیدہ بن جراح ﷛ نے عرض کیا:

أَفِرَارًا مِنْ قَدَرِ اللّٰهِ يَا عُمَرُ؟

کیا آپ اللہ تعالیٰ کی تقدیر سے بھاگنا چاہتے ہیں؟

قحط والے سال آپ کا معمول تھا کہ عشاء کی نماز باجماعت ادا کرتے پھر گھر تشریف لے جاتے اور رات گئے تک نوافل کی ادائیگی اور اللہ کے آگے گریہ وزاری میں مصروف رہتے۔ آپ اپنی دعا میں فرماتے: ”اے اللہ میرے دور میں تو محمد ﷺ کی امت کو ہلاک نہ کرنا۔ اے اللہ! ہمیں قحط سالی سے ہلاک نہ کر اور رحم سے اس مصیبت کو دور فرما۔“

آپ کی انہی خوبیوں کی وجہ سے رسول اللہ ﷺ نے آپ کے متعلق فرمایا:

أَشَدُّ أُمَّتِي فِي أَمْرِ اللّٰهِ عُمَرُ

”دین کے معاملے میں میری امت میں سب سے زیادہ مضبوط شخص عمر ہیں۔“

(الطبقات الكبرى: 3/220)

سیدنا عمر فاروق نے جواب میں عالمانہ شان سے فرمایا:

لَوْ غَيْرُكَ قَالَهَا يَا أَبَا عُبَيْدَةَ! نَعَمْ! نَفِرُّ مِنْ قَدَرِ اللّٰهِ إِلَى قَدَرِ اللّٰهِ

”ابوعبیدہ آپ جیسے عالم وفقیہ شخص کو تو ایسا نہیں کہنا چاہیے تھا۔ ہاں، ہم اللہ تعالیٰ کی تقدیر سے اللہ تعالیٰ کی

تقدیر ہی کی طرف بھاگنا چاہتے ہیں۔“ یہ گفتگو اور مشورہ ابھی جاری تھا کہ سیدنا عبدالرحمٰن بن عوف بھی تشریف لے آئے۔ انہوں نے جب یہ گفتگو سنی تو کہنے لگے: اس مسئلہ میں میرے پاس بھی کتاب وسنت کا علم ہے۔ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

إِذَا سَمِعْتُمْ بِهٰذَا الْوَبَاءِ بِبَلَدٍ فَلَا تَقْدَمُوا عَلَيْهِ، وَإِذَا وَقَعَ وَأَنْتُمْ بِهِ فَلَا تَخْرُجُوا فِرَارًا مِنْهُ

”اگر تم سنو کہ کسی شہر میں یہ وبا موجود ہے تو وہاں مت جاؤ اور اگر تم اس وبا کے پھوٹ پڑنے سے پہلے ہی وہاں موجود تھے تو وہاں سے راہِ فرار اختیار نہ کرو۔“

اس طرح وہ شام کے علاقے میں مزید آگے جانے سے رک گئے۔ (صحيح مسلم: 2219)

بادشاہ اور خلیفہ میں فرق

سیدنا عمر ﷛ نے سلمان فارسی ﷛ سے پوچھا: کیا میں بادشاہ ہوں یا خلیفہ؟ حضرت سلمان فارسی ﷛ نے جواب دیا: اگر آپ نے کسی زمین کا خراج، خواہ وہ ایک درہم سے بھی کم ہو لیا ہو اور پھر اُسے غلط مصرف میں خرچ کیا ہو تو آپ بادشاہ ہیں اور اگر ایسا نہ ہوا ہو تو پھر آپ خلیفہ ہیں۔ یہ سُن کر سیدنا عمر ﷛ آبدیدہ ہوگئے۔

(الشيخان أبو بكر الصديق وعمر بن الخطاب من رواية البلاذري: ص 256-257)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اصلی مساوات

سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں ایک دفعہ مدینہ اور اس کے اردگرد قحط سالی ہوئی۔ ہوا چلتی تو ہر طرف خاک اڑتی نظر آتی۔ چنانچہ اس سال کو ''عام الرمادۃ'' یعنی خاک اڑنے کا سال کہا گیا۔ سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے قسم کھائی کہ وہ گھی، دودھ اور گوشت تک اُس وقت تک استعمال نہیں کریں گے جب تک لوگ پہلے جیسی زندگی پر نہ لوٹ آئیں۔ ایک دفعہ بازار میں گھی کا ایک ڈبہ اور دودھ کا کٹورا بکنے کے لیے آیا۔ کسی خادم نے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے لیے یہ چیزیں چالیس (40) درہم میں خرید لیں اور عرض کیا: امیر المؤمنین! اللہ نے آپ کی قسم پوری فرما دی ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو زیادہ اجر سے نوازے! ہم نے آپ کے لیے یہ اشیائے خوردنی خریدی ہیں قبول فرمائیے۔

سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تم نے میرے لیے اتنے مہنگے داموں یہ چیزیں کیوں خریدیں؟ جاؤ! انہیں صدقہ کردو۔ میں کھانے میں اسراف ہرگز پسند نہیں کرتا، پھر فرمایا: مجھے عوام کے دکھ کا اس وقت تک صحیح اندازہ نہیں ہوسکتا جب تک خود میں بھی انہی حالات سے نہ گزروں جن حالات سے عوام گزر رہے ہیں۔

پھر ایک موقع ایسا آیا کہ مہنگائی ہوگئی۔ خاص طور پر گھی مہنگا ہوگیا۔ لوگوں کو مہنگائی کا سامنا کرنا پڑا، عام لوگوں کے ساتھ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے بھی گرانی کا مقابلہ کیا۔ انہوں نے گھی کھانا موقوف کردیا۔ عام خوردنی تیل پر گزارا کرنے لگے۔ اس کے نتیجے میں ان کا پیٹ خراب ہوگیا۔ ایک دفعہ پیٹ سے گڑگڑ کی آواز آئی تو پیٹ کو مخاطب کرکے فرمایا:

قَرْقَرْ أَوْلَا تَقَرْقَرْ، لَيْسَ لَكَ عِنْدَنَا غَيْرَ الزَّيْتِ حَتَّى يَحْيَا النَّاسُ۔

''تم گڑگڑ کرو یا خاموش رہو، تم گھی مانگتے ہوگے۔ اللہ کی قسم! جب تک سب میری رعایا کے لوگ گھی نہ کھاسکیں گے تجھے بھی میسر نہیں ہوگا۔''

حضرت عبدالرحمٰن بن عوف آپ کی بات سن کر وہاں سے نکل آئے۔ آپ روتے جاتے اور کہتے جاتے: ''اے عمر! تمہارے بعد لوگ برباد ہوجائیں گے، تمہارے بعد لوگ برباد ہوجائیں گے (یعنی لوگ آپ جیسی متوازن اور مثالی شخصیت کہاں سے لائیں گے)۔''

(مناقب أمير المؤمنين لابن الجوزي: ص 101) ، (الطبقات الكبرى: 218/3)

یہ مال تمہارے باپ کی کمائی کا نہیں

سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے قانون مساوات نہ صرف مدینہ میں نافذ کر رکھا تھا بلکہ پوری مملکت اسلامیہ میں تمام گورنروں کو یہی احکام دے رکھے تھے۔ یہاں تک کہ کھانے پینے کے سلسلے میں بھی یہی قانون سرکاری طور پر نافذ تھا۔

ایک مرتبہ جب عتبہ بن فرقد آذربائیجان کے حاکم بن کر وہاں پہنچے تو ان کے سامنے کھجور اور گھی سے تیار کردہ حلوہ پیش کیا گیا۔ انہوں نے کھایا اور اسے بہت عمدہ اور شیریں پایا۔ عتبہ کے دل میں خیال آیا: کیوں نہ ایسا اچھا حلوہ امیر المؤمنین کی خدمت میں ارسال کیا جائے۔ انہوں نے اس حلوے کے دو بڑے بڑے ٹوکرے تیار کرائے اور دو آدمیوں کی معیت میں سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں روانہ فرمادیے۔

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے انہیں کھول کر دیکھا تو دریافت فرمایا: یہ کیا ہے؟ لوگوں نے بتایا: یہ گھی اور کھجور کا تیار شدہ حلوہ ہے۔ انہوں نے اسے چکھا۔ معلوم ہوا کہ یہ کوئی عمدہ میٹھی چیز ہے۔ دریافت فرمایا: کیا وہاں سب لوگ گھروں میں ایسی ہی خوراک کھاتے ہیں؟ جواب دیا گیا: نہیں، اس پر آپ نے حکم دیا: اسے واپس بھیج دو، پھر عتبہ کے نام یہ تحریر لکھی:

فَإِنَّهُ لَيْسَ مِنْ كَدِّ أَبِيكَ وَلَا مِنْ كَدِّ أُمِّكَ، أَشْبِعِ الْمُسْلِمِينَ مِمَّا تَشْبَعُ فِي رَحْلِكَ

یہ تمہارے والدین کا کمایا ہوا مال نہیں۔ تمہیں ایسی ہی خوراک استعمال کرنی چاہیے جو وہاں کے عام لوگوں کو میسر ہو۔

(مناقب أمير المؤمنين لابن الجوزي: ص 147)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اسلام میں کوئی زبردستی نہیں

سیدنا عمر ؓ کے دور خلافت میں صحابہ کرام ؓم کی سرکردگی میں ہونے والی فتوحات اس حقیقت پر شاہد ہیں کہ ان میں دیگر ادیان و مذاہب کے احترام کو بہت ملحوظ رکھا گیا۔ کسی کو بھی جبراً اسلام قبول کرنے کے لیے نہیں کہا گیا۔ اس کا اندازہ اس واقعہ سے لگائیے کہ ایک دن ایک عمر رسیدہ عیسائی عورت سیدنا عمر ؓ کے پاس کسی غرض سے آئی۔ آپ ؓ نے خیر خواہی کے ارادے سے کہا: بڑی بی! مسلمان ہو جاؤ، تمہاری آخرت سنور جائے گی۔ یقیناً اللہ تعالیٰ نے محمد ﷺ کو حق اور سچ کے ساتھ مبعوث فرمایا ہے۔

یہ سن کر اس نے کہا: میں ایک بوڑھی عورت ہوں اور موت کے قریب ہوں۔ سیدنا عمر ؓ نے اس کی ضرورت تو فوراً پوری کر دی لیکن بعد ازاں دل میں خیال گزرا کہ اس عورت کو اس موقع پر اسلام کی دعوت دینا جب کہ وہ اپنی کسی حاجت کے لیے خلیفہ وقت کے پاس آئی تھی، زبردستی کے زمرے میں تو نہیں آتی؟۔

انہوں نے کثرت سے استغفار کیا اور اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں عرض کیا: اے اللہ! میں نے تو صرف اس کی رہنمائی کی ہے، اُسے مجبور نہیں کیا۔

(معاملة غير المسلمين في المجتمع الإسلامي، لإدوار غالي: ص41)

عیسائی غلام سے حُسن سلوک

سیدنا عمر ؓ کا ایک عیسائی غلام ''اشق'' بیان کرتا ہے: میں ایک عیسائی غلام تھا۔ مجھے سیدنا عمر ؓ نے فرمایا: مسلمان ہو جاؤ، تم ایک باصلاحیت نوجوان ہو۔ ہم تمہاری صلاحیتوں سے فائدہ اُٹھانا چاہتے ہیں لیکن ہماری مجبوری یہ ہے کہ ہم کسی حساس عہدے

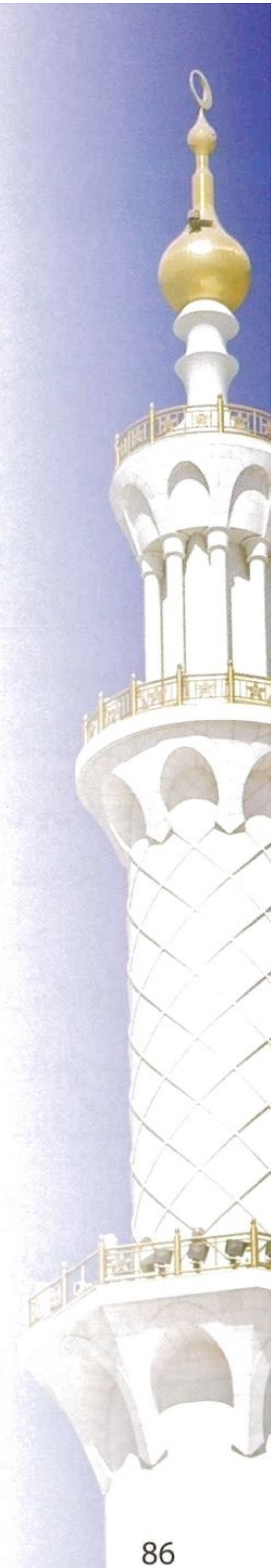

پر غیر مسلم کی تقرری نہیں کر سکتے۔ اگر تم مسلمان ہو جاؤ تو ہم بخوشی تمہیں یہ ذمہ داری سونپ سکتے ہیں۔ لیکن یہ فیصلہ تمہیں خود سوچ وبچار کے بعد اپنی آزاد مرضی سے کرنا ہے کیونکہ ﴿لَآ إِكْرَاهَ فِي الدِّينِ﴾۔ "دین اسلام اختیار کرنے میں کوئی جبر نہیں"۔ میں نے مسلمان ہونے سے انکار کر دیا لیکن ان کی خدمت میں حاضر رہا۔ جب ان کی شہادت کا وقت قریب آیا تو انہوں نے مجھے آزاد کرتے ہوئے فرمایا: میری طرف سے تمہیں اجازت ہے جہاں دل چاہے چلے جاؤ۔

سیدنا عمر ؓ کے دورِ خلافت میں اہل کتاب اپنی مذہبی عبادات اور دینی شعائر پوری آزادی سے ادا کرتے تھے۔ وہ اپنے گھروں اور عبادت خانوں میں گھنٹیاں بھی بجاتے تھے۔ انہیں کوئی منع نہیں کرتا تھا کیونکہ شریعت اسلامیہ نے اُنہیں مکمل مذہبی آزادی دے رکھی تھی۔

(نظام الحكم في الشريعة والتاريخ الإسلامي:58/1، وتاريخ الطبري:158/4، والبداية والنهاية:98/7)

خدام کے ساتھ برتاؤ

سیدنا عبداللہ بن عباس ؓما فرماتے ہیں: سیدنا عمر ؓ حج کرنے مکہ آئے تو صفوان بن امیہ ؓ نے ایک بڑے برتن میں، جسے کم سے کم چار افراد اٹھا سکتے تھے، بہت سا کھانا تیار کرایا اور لوگوں کے سامنے رکھا۔ ان میں سیدنا عمر ؓ بھی شریک تھے۔ کھانے کے وقت خدام اٹھ کر جانے لگے تو سیدنا عمر ؓ نے دریافت فرمایا: کیا تم لوگ کھانا نہیں کھاؤ گے؟

سفیان بن عبداللہ نے عرض کیا: امیر المؤمنین! ایسی بات نہیں۔ ہم لوگ بعد میں کھالیں گے۔

یہ سن کر سیدنا عمر ؓ سخت ناراض ہوئے۔ ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ لوگوں کی حالت پر رحم کرے کیا یہ ابھی تک طبقات میں بٹے ہوئے ہیں؟ پھر خدام کو حکم دیا کہ بیٹھ جاؤ اور کھانا کھاؤ چنانچہ ان سب نے کھانا کھایا۔

(نظام الحكم في الشريعة والتاريخ الإسلامي:188/1)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

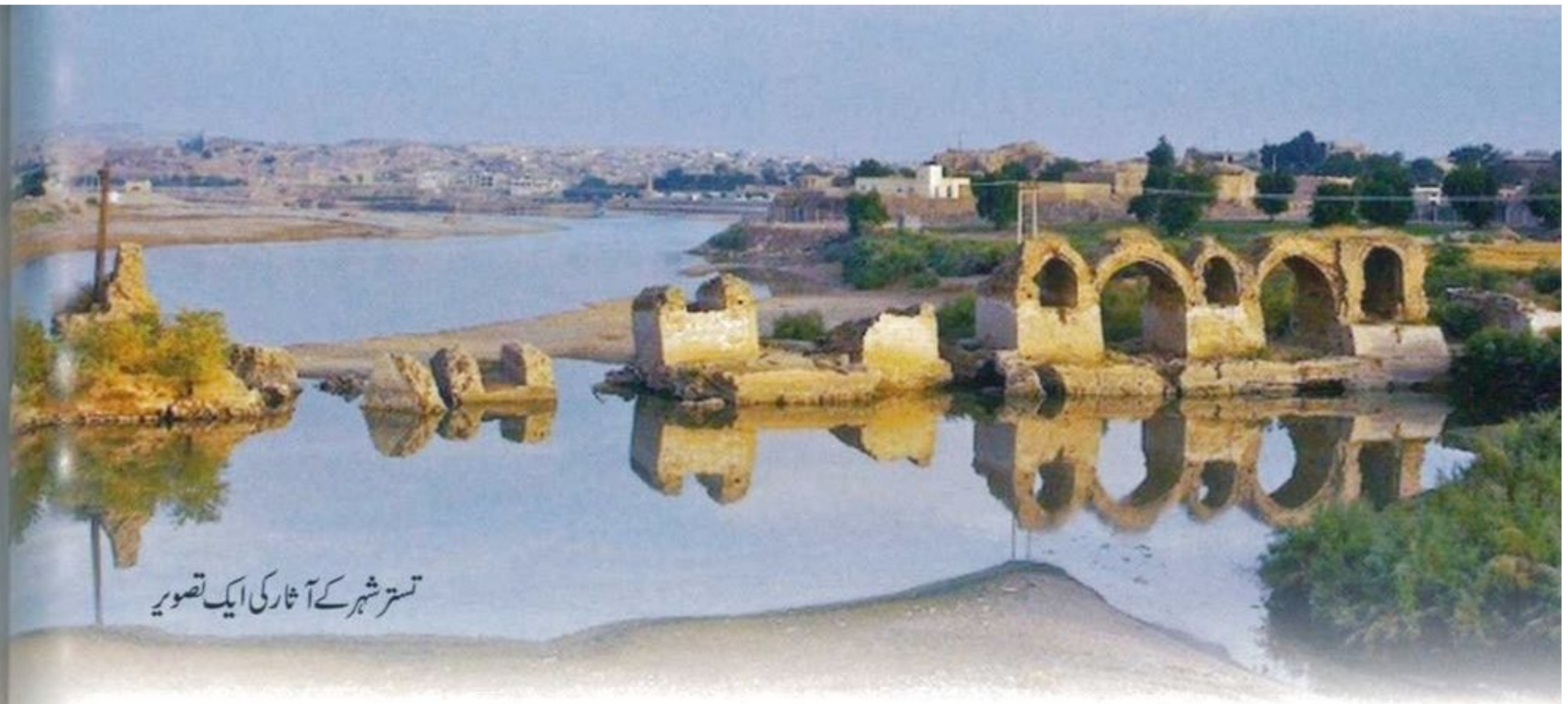

تستر شہر کے آثار کی ایک تصویر

کافر سپہ سالار سے ایفائے عہد

سیدنا عمر فاروق کے عہد خلافت میں جب لشکر اسلام نے ایرانی شہروں پر یلغار کی تو ایک معرکہ میں ''تستر'' نامی شہر کو فتح کرنے کی کوششیں ہو رہی تھیں۔ ایرانی سپہ سالار ''ہرمزان'' ''رامہرمز'' میں لشکر اسلام سے شکست کھانے کے بعد ''تستر'' میں جا کر قلعہ بند ہو گیا تھا۔ مسلمانوں نے شہر پر بہت سے حملے کیے مگر ہرمزان کے گرد موجود بڑے ایرانی لشکر کے باعث شہر فتح نہیں ہو رہا تھا۔

ایک دن شہر کا ایک آدمی چھپ کر اسلامی فوج کے کمانڈر سیدنا ابوموسیٰ اشعری کے پاس آیا اور کہا کہ اگر میرے جان و مال کو امان دی جائے تو میں شہر پر قبضہ کروا سکتا ہوں۔ سیدنا ابوموسیٰ نے منظور کیا۔ اس نے ایک عرب کو جس کا نام ''اشرس'' تھا ساتھ لیا اور شہر میں داخل ہونے والے پانی کے ایک نالے کے راستے شہر میں داخل ہوا اور اشرس کے منہ پر چادر ڈال کر کہا: نوکر کی طرح میرے پیچھے پیچھے چلے آؤ۔ چنانچہ شہر کے گلی کوچوں سے گزرتا ہوا وہ شخص ہرمزان کے خاص محل میں آیا' ہرمزان رئیسوں اور درباریوں کے ساتھ جلسہ جمائے بیٹھا ہوا تھا۔ تستر کے اس باشندے نے اشرس کو تمام عمارات کی سیر کرائی اور موقع کے نشیب و فراز دکھائے اور سیدنا ابوموسیٰ اشعری کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا: میں تو اپنا فرض ادا کر چکا، آگے آپ لوگوں کی ہمت اور مقدر ہے۔ اشرس نے اس کے بیان کی تصدیق کی اور کہا: اگر دو سو جانباز میرے ساتھ ہوں تو شہر فوراً فتح ہو جائے۔ ابوموسیٰ نے فوج کی طرف دیکھا' دو سو بہادروں نے بڑھ کر کہا کہ اللہ کی راہ میں ہماری جان حاضر ہے۔ اشرس اور اسلام کے جانبازوں کا دستہ اسی پانی کے نالے کی راہ سے بطخوں کی طرح سطح آب پر تیرتے ہوئے شہر پناہ

کے دروازے پر پہنچے' اور پہرہ داروں کو تہہ تیغ کر کے اندر کی طرف سے دروازے کھول دیئے۔ ادھر ابوموسیٰ فوج کے ساتھ موقع پر موجود تھے۔ دروازہ کھلنے کے بعد تمام لشکر ٹوٹ پڑا اور شہر میں ہل چل مچ گئی۔ ہرمزان نے بھاگ کر قلعے میں پناہ لی' مسلمان قلعے کے نیچے پہنچے تو اس نے برج پر چڑھ کر کہا: ''میرے ترکش میں اب بھی سو تیر ہیں اور جب تک اتنی ہی لاشیں یہاں نہ بچھ جائیں میں گرفتار نہیں ہو سکتا۔ تاہم میں اس شرط پر گرفتاری پیش کرتا ہوں کہ تم مجھ کو مدینہ پہنچا دو اور جو کچھ فیصلہ ہو تمہارے خلیفہ عمر کے ہاتھ سے ہو۔ سیدنا ابوموسیٰ نے اس کی شرط منظور کر لی اور اسے گرفتار کرنے کے بعد سیدنا انس رضی اللہ عنہ کو مامور کیا کہ ہرمزان سے کیے گئے عہد کے مطابق اسے بحفاظت مدینہ تک پہنچانے کا بندوبست کریں۔ چشم فلک نے یہ منظر دیکھا اور یہ واقعہ تاریخ کے صفحات میں محفوظ ہو گیا کہ اسلام کے ایک بدترین دشمن سے کیے گئے وعدے کو مسلمانوں نے من وعن نبھایا حالانکہ اس نے بے شمار مسلمانوں کو لڑائیوں میں قتل اور زخمی کیا تھا۔

(البداية والنهاية: 88/7)

غیر مسلموں کو امان نامہ

علامہ طبری سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ خلافت میں اہلِ فلسطین کو دی گئی امان کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے امان نامہ میں یہ تحریر کرایا تھا کہ اہلِ ایلیاء کو ان کی جان، مال، صلیب اور گرجا گھروں کے بارے میں امان دی جاتی ہے۔ اسی طرح سیدنا عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ نے بھی جو سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی طرف سے مصر کے گورنر تھے، اہل مصر سے ایک معاہدہ کیا۔ اس کی عبارت یہ تھی:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ یہ وہ امان نامہ ہے جس میں عمرو بن عاص نے اہلِ مصر کو ان کی جانوں، مالوں، گرجا گھروں، صلیبوں اور ان کے بر و بحر پر امان دی ہے۔ اور تاکیداً یہ بھی لکھا کہ یہ امان نامہ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم، خلیفۃ المسلمین اور عمومی طور پر تمام اہل اسلام کی ذمہ داری کے ساتھ ہے۔

(جولة تاريخية في عصر الخلفاء الراشدين لمحمد سيد الوكيل: ص 200-201)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اسلام کی عزت ہمارے لیے کافی ہے

اپنے دور خلافت میں جب سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ فتح بیت المقدس کے موقع پر وہاں تشریف لے گئے تو اس علاقے کے سرداروں کو پہلے ہی اطلاع دی جا چکی تھی کہ "جابیہ" میں آکر ان سے ملیں۔ اطلاع کے مطابق یزید بن سفیان اور خالد بن ولید وغیرہ نے یہیں استقبال کیا۔ شام میں رہ کر ان افسروں میں عرب کی سادگی باقی نہیں رہی تھی؛ چنانچہ سیدنا عمر کے سامنے یہ لوگ آئے تو اس ہیئت سے آئے کہ بدن پر حریر و دیبا کی چکنی اور پر تکلف قبائیں تھیں؛ اور زرق برق پوشاک اور ظاہری شان و شوکت سے عجمی معلوم ہوتے تھے۔ سیدنا عمر کو اپنے لوگوں کی شان و شوکت ناگوار گزری۔ گھوڑے سے اتر پڑے اور سنگریزے اٹھا کر ان کی طرف پھینکنے لگے کہ اس قدر جلد تم نے عجمی عادتیں اختیار کر لیں۔

ان لوگوں نے عرض کی کہ "قباؤں کے نیچے ہتھیار ہیں۔" (یعنی سپہ گری کا جوہر ہاتھ سے جانے نہیں دیا ہے) فرمایا: "چلو پھر خیر ہے۔" شہر کے قریب پہنچے تو اونچے ٹیلے پر کھڑے ہو کر چاروں طرف نگاہ ڈالی "غوطہ" کا دلفریب سبزہ زار اور دمشق کے بلند و شاندار مکانات سامنے تھے۔ دل پر ایک خاص اثر ہوا۔ عبرت کے لہجہ میں ان آیات کی تلاوت کرنے لگے:

﴿كَمْ تَرَكُوا مِن جَنَّٰتٍ وَعُيُونٍ ﴿٢٥﴾ وَزُرُوعٍ وَمَقَامٍ كَرِيمٍ ﴿٢٦﴾ وَنَعْمَةٍ كَانُوا فِيهَا فَٰكِهِينَ ﴿٢٧﴾ كَذَٰلِكَ ۖ وَأَوْرَثْنَٰهَا قَوْمًا ءَاخَرِينَ ﴿٢٨﴾ فَمَا بَكَتْ عَلَيْهِمُ ٱلسَّمَآءُ وَٱلْأَرْضُ وَمَا كَانُوا مُنظَرِينَ﴾

(الدخان: 25-29)

"کتنے ہی باغ، چشمے، کھیت اور شاندار محل تھے جنہیں وہ چھوڑ گئے۔ کتنے ہی عیش کے سامان جن میں وہ مزے کر رہے تھے دھرے رہ گئے۔ یہ ہوا ان کا انجام اور ہم نے دوسروں کو ان چیزوں کا وارث بنا دیا۔ پھر نہ آسمان ان پر رویا نہ زمین اور نہ ہی وہ ذرا سی مہلت دیے گئے۔"

پھر نابغہ کے چند حسرت انگیز اشعار پڑھے۔

عیسائیوں سے معاہدہ کی تحریر کے بعد سیدنا عمر نے بیت المقدس کا رخ فرمایا۔ آپ کی سواری کے لیے جو گھوڑا تھا اس کے سُم گھس کر بیکار ہو گئے تھے۔ وہ رک رک کر قدم رکھتا تھا۔ سیدنا عمر یہ دیکھ کر اتر پڑے۔ لوگوں نے ترکی نسل کا ایک عمدہ گھوڑا حاضر کیا۔ گھوڑا شوخ اور چالاک تھا؛ سیدنا عمر سوار ہوئے تو کلیل کرنے لگا، فرمایا: "کمبخت یہ غرور کی چال تو نے کہاں سے سیکھی۔" یہ کہہ کر اتر پڑے اور پیادہ پا چلے۔ بیت المقدس قریب آیا تو سیدنا ابوعبیدہ اور سرداران فوج استقبال کو آئے۔ سیدنا عمر کا لباس اور ساز و سامان جس معمولی نوعیت کا تھا اسے دیکھ کر مسلمانوں کو شرم ستانے لگی کہ عیسائی لوگ اپنے دل میں امت اسلام کے سربراہ کے بارے میں کیا کہیں گے؟! چنانچہ لوگوں نے ترکی گھوڑا اور قیمتی پوشاک حاضر کی، سیدنا عمر نے فرمایا:

نَحْنُ قَوْمٌ أَعَزَّنَا اللّٰهُ بِالْإِسْلَامِ، فَلَا نَطْلُبُ بِغَيْرِ اللّٰهِ بَدِيلًا

"اللہ نے ہم کو جو عزت دی ہے وہ ہمیں اسلام کی وجہ سے ملی ہے اور ہمیں اللہ کے سوا کسی دوسرے ذریعے سے عزت طلب کرنا نہیں چاہیے۔"

غرض سیدنا عمر اسی شان بے نیازی سے بیت المقدس میں داخل ہوئے سب سے پہلے مسجد میں گئے، محراب داود کے پاس پہنچ کر قرآن کریم کی ایک آیت کی تلاوت اور سجدہ کیا پھر عیسائیوں کے گرجا گھر میں آئے اور اس کا جائزہ لیتے رہے۔

(الطبری، الفاروق، ص: 135-137)

موجودہ دور میں بیت المقدس کی ایک تصویر جس میں شہر بھی نظر آ رہا ہے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سرکاری اہل کاروں کا محاسبہ

چونکہ یہاں بہت سے فوجی افسران اور حکومتی اہل کار جمع ہو گئے تھے لہذا امیر المؤمنین نے وہاں کئی دن تک قیام کیا اور ضروری احکام جاری کیے۔ ایک دن مؤذن رسول ﷺ سیدنا بلال نے آ کر شکایت کی: ''امیر المؤمنین! ہمارے افسر پرندوں کا گوشت اور عمدہ آٹے کی روٹیاں کھاتے ہیں لیکن عام مسلمانوں کو اس سے کم تر معیار کا کھانا بھی بمشکل میسر ہوتا ہے''۔ سیدنا عمر فاروق نے سوالیہ نگاہوں سے ان افسروں کی طرف دیکھا۔ انہوں نے عرض کیا: امیر المؤمنین! اس ملک میں تمام چیزیں ارزاں ہیں جتنی قیمت پر حجاز میں روٹی اور کھجور ملتی ہے یہاں اسی قیمت پر پرندوں کا گوشت اور عمدہ آٹا مل جاتا ہے''۔ سیدنا عمر افسروں کو مجبور نہ کر سکے لیکن حکم دیا کہ مال غنیمت اور تنخواہ کے علاوہ ہر سپاہی کے لیے کھانے کی مقدار اور نوعیت کا بھی تعین کر دیا جائے۔ (الفاروق، ص:137)

یہودیت سے بیزاری اور حنیفیت سے وابستگی

ایک دن مسجد اقصی میں تشریف لے گئے اور سیدنا کعب احبار کو بلایا اور ان سے پوچھا کہ نماز کہاں پڑھی جائے؟ واضح رہے کہ مسجد اقصی میں ایک پتھر ہے جو انبیاء سابقین کی یادگار ہے، اس کو صخرہ کہتے ہیں اور یہودی اس کی اسی طرح تعظیم کرتے ہیں جس طرح مسلمان حجر اسود کی کرتے ہیں۔ سیدنا عمر فاروق نے جب قبلہ کی نسبت پوچھا تو کعب نے کہا: ''صخرہ کی طرف'' سیدنا عمر فاروق نے فرمایا: ''تم میں اب تک یہودیت کا اثر باقی معلوم ہوتا ہے اسی کا اثر تھا کہ تم نے صخرہ کے پاس آ کر جوتی اتار دی''۔ (الفاروق، ص:137)

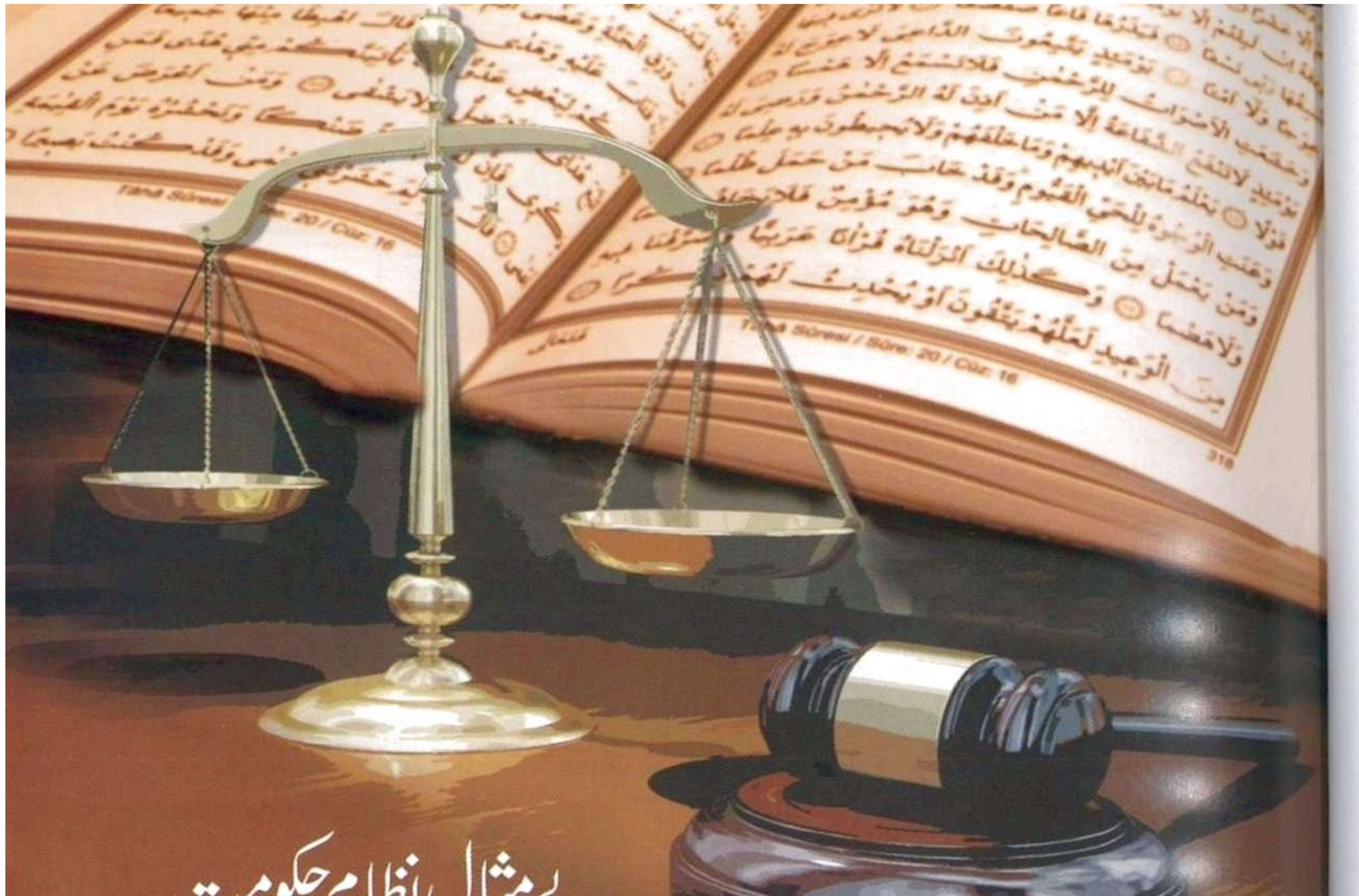

بے مثال نظام حکومت

جب ہم تاریخ انسانی کے حکمرانوں اور ان کے حکومتی نظاموں کا جائزہ لیتے ہیں تو ہمیں سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کا کوئی ثانی نظر نہیں آتا۔ انہوں نے بڑے بڑے دیوان لکھے اور مملکت اسلامیہ میں بسنے والے تمام افراد کی انتہائی باریک بینی سے مردم شماری کرائی۔ ان کا نظام عصر حاضر میں کی جانے والی مردم شماری سے بھی بہتر تھا۔ وہ ہر مرد، عورت اور بچے کے نام اور جگہ سے واقف تھے مسلمانوں کے بیت المال میں ان کے حصے بھی انہیں معلوم تھے اور آپ نے دینی خدمات اور جہاد میں آگے اور پیچھے ہونے کے لحاظ سے ہر مجاہد کا مقام واضح کیا، چنانچہ غزوہ بدر میں شریک ہونے والے دوسرے مجاہدین سے مقدم تھے۔ صلح حدیبیہ میں شرکت کرنے والوں کا مرتبہ ان بدری صحابہ کے بعد تھا اور مرتدین کے خلاف لڑی جانے والی جنگوں میں حصہ لینے والوں کا مقام ان دونوں کے بعد تھا۔ جن لوگوں نے روم و فارس کے ساتھ معرکوں میں داد شجاعت دی ان کو اور میدان بدر میں لڑنے والے صحابہ کی اولاد کو ایک ہی مرتبہ میں رکھا گیا۔ ان کے بعد پیش آنے والے تقدیم و تقسیم کے تمام حقوق کو اسی فارمولے پر قیاس کر لیجیے۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کا ایک کارنامہ یہ بھی ہے کہ انہوں نے اسلامی افواج میں دس دس افراد کے بنیادی یونٹ بنائے، پھر ان یونٹوں کو ملا کر آرمی کے بڑے اور چھوٹے گروپ تشکیل دیے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دشمن کے ساتھ عمدہ سلوک

سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان فرماتے ہیں کہ خلافت فاروقی میں ایک دفعہ جب وہ خیبر میں اپنے اموال کی دیکھ بھال کے لیے گئے تو ان پر رات کی تاریکی میں حملہ کیا گیا اور ان کے ہاتھ پاؤں کے جوڑ اکھاڑ دیے گئے۔ یہی واقعہ خیبر کے یہودیوں کی جلاوطنی کا سبب بنا۔ جب خیبر والوں نے مجھ پر حملہ کیا تو سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے خطبہ ارشاد فرمایا: بلاشبہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر کے یہودیوں سے معاہدہ فرمایا تھا کہ ان کے مال محفوظ رہیں گے اور فرمایا تھا:

نُقِرُّكُمْ مَا أَقَرَّكُمُ اللّٰهُ

''ہم تمہیں اس وقت تک برقرار رکھیں گے جب تک اللہ چاہے''۔

ہمارا ایک آدمی اپنے مال کی خبر گیری کے لیے خیبر جاتا ہے تو اس پر رات کی تاریکی میں حملہ کیا جاتا ہے اور اس کے ہاتھ پاؤں اکھاڑ دیے جاتے ہیں۔ یہود کے علاوہ ہمارا وہاں کوئی دشمن نہیں۔ ہمارا شک ان ہی پر ہے۔ میں نے ان سب کو جلاوطن کرنے کا فیصلہ کر لیا ہے۔

جب سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے پختہ عزم کر لیا تو بنو حقیق کا ایک یہودی سردار آیا اور کہنے لگا: امیر المؤمنین! کیا آپ ہمیں ایسی سرزمین سے بے دخل کرنا چاہتے ہیں، جہاں ہمیں محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے برقرار رکھا۔ خیبر کے اموال پر ہم سے صلح فرمائی اور شرائط عائد کیں؟ سیدنا

دانش مندانہ پالیسی

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے بہت سے کبار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو اپنے پاس مدینہ میں روک رکھا تھا۔ بعض صحابہ کو انہوں نے لشکروں کی قیادت اور مختلف علاقوں کی گورنری سونپ رکھی تھی۔ لیکن دیگر صحابہ کرام پر مدینہ ہی میں رہنے کی پابندی اس لیے عائد فرما رکھی تھی تاکہ ضرورت کے وقت ان سے مشورہ حاصل کیا جا سکے اور پیش آمدہ مسائل میں ان کی رائے کا احترام کرتے ہوئے اس پر عمل کیا جا سکے۔

(المرتضى سيرة أمير المؤمنين علي بن أبي طالب، للشيخ أبي الحسن الندوي: ص 109)

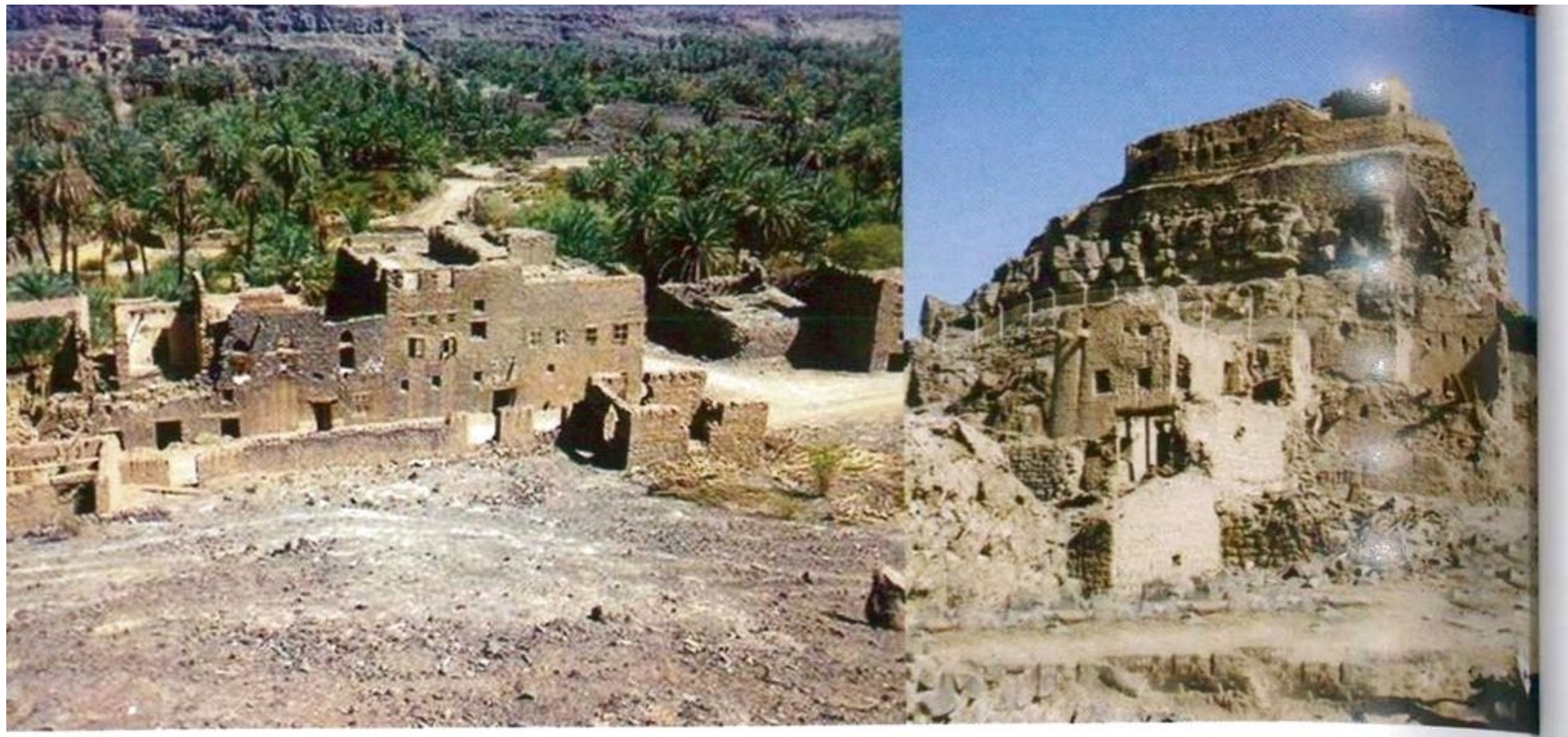

خیبر میں مرحب کے قلعے اور یہودی بستی کے آثار

عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: کیا تمہارا یہ خیال ہے کہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا وہ ارشاد بھول چکا ہوں جس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا:

كَيْفَ بِكَ إِذَا أُخْرِجْتَ مِنْ خَيْبَرَ تَعْدُو بِكَ قَلُوصُكَ لَيْلَةً بَعْدَ لَيْلَةٍ

''وہ وقت یاد کر جب تجھے خیبر سے نکال دیا جائے گا اور تیری اونٹنی تجھے لے کر کئی راتیں بھاگتی رہے گی''۔

اس نے کہا: امیر المؤمنین! یہ تو ابو القاسم نے محض ایک مذاق کیا تھا۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اللہ کے دشمن! تو جھوٹ بولتا ہے، پھر آپ نے ان سب کو جلاوطن کر دیا۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے ان کے پھل، اموال، اونٹ، سامان جو پالان یا رسیوں وغیرہ کی شکل میں تھا، سب کی قیمت ادا فرما دی اور کوئی بھی چیز بلا قیمت اپنی تحویل میں لینے سے گریز فرمایا''۔

(صحيح البخاري، حديث: 2730)

سیدنا عمر فاروق کا گزر ایک دفعہ ایک ایسے شخص پر ہوا جو یہ دعا مانگ رہا تھا: ''الٰہی! مجھ کو فتنوں سے بچانا''۔ فرمایا: ''میاں سوچ سمجھ کر دعا مانگو؛ کیا تم یہ چاہتے ہو کہ اللہ تم کو مال اور اولاد سے محروم رکھے''۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے مال واولاد کو فتنہ کہا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ إِنَّمَآ أَمْوَٰلُكُمْ وَأَوْلَـٰدُكُمْ فِتْنَةٌ ﴾ (التغابن: 15)

(إزالة الخفاء: ص 205)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

امیر المؤمنین کا مشاہرہ

سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کے بعد جب سیدنا عمر رضی اللہ عنہ خلیفۃ المسلمین مقرر ہوئے تو کچھ مدت تک انہوں نے بیت المال سے کچھ بھی نہ لیا۔ یہاں تک کہ فاقوں کی نوبت آگئی۔ وہ خلافت کے معاملات اور اُمت کی خدمت میں اس قدر مصروف ہو گئے کہ اپنی گزر بسر کے لیے ذاتی تجارت کی مہلت ہی نہیں ملی، انہوں نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو جمع فرمایا اور اس سلسلے میں مشورہ طلب کرتے ہوئے فرمایا:

میں نے خود کو رعایا کے معاملات و مسائل کے لیے وقف کر دیا ہے۔ اب بتائیے کہ مجھے آپ حضرات کی طرف سے گزر بسر کے لیے بیت المال سے کس قدر معاوضہ لینے کی اجازت ہے؟ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا: آپ خود کھا سکتے ہیں اور اپنے گھر والوں کو بھی کھلا سکتے ہیں۔ سعید بن زید بن عمرو بن نفیل نے بھی یہی مشورہ دیا۔

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے مشورہ طلب فرمایا تو انہوں نے کہا: آپ دوپہر اور شام کا کھانا کھا سکتے ہیں تو سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے یہ مشورہ قبول فرما لیا۔ بعد ازاں سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا: اے لوگو! میں نے اپنے لیے اللہ تعالیٰ کے مال سے صرف اس قدر روا رکھا ہے جتنا ایک یتیم کا نگران یتیم کے مال سے اپنے لیے روا رکھتا ہے۔ اگر میں کچھ مالدار ہو گیا تو بیت المال سے خرچہ لینا چھوڑ دوں گا۔ اگر حاجت مند رہا تو ضرورت کے مطابق لوں گا۔

(الخلافة الراشدة، للدكتور يحيى اليحيى: ص 270)

ایک دن سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ خطبہ ارشاد فرما رہے تھے، وہ اس وقت خلیفہ تھے۔
سیرت کی کتابوں میں ہے: وَعَلَيْهِ إِزَارٌ فِيهِ اثْنَتَا عَشْرَةَ رُقْعَةً۔
''اور ان کا حال یہ تھا کہ ان کے تہبند میں بارہ (12) پیوند لگے ہوئے تھے''۔
(الزهد، للإمام أحمد: ص 124)

سنِ ہجری کا آغاز

اسلامی ماہ و سال اور تاریخ کی ابتدا ہجرت مدینہ سے ہوئی۔ یہ ایسی ترقی تھی جس کی اسلامی تہذیب میں بڑی عظیم الشان اور منفرد اہمیت ہے۔ سب سے پہلے جس ہستی نے سن ہجری کا آغاز کیا، وہ سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ تھے۔ سن ہجری کی ابتدا کے بارے میں مختلف روایات وارد ہوئی ہیں۔

میمون بن مہران فرماتے ہیں: ایک دفعہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے سامنے ایک اقرار نامہ پیش کیا گیا جو شعبان میں طے پایا تھا۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے دریافت فرمایا: کون سا شعبان؟ جو گزر گیا یا آئندہ آنے والا ہے، یا جو اس وقت گزر رہا ہے؟ پھر انہوں نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو جمع کیا اور فرمایا: لوگوں کے لیے کوئی ایسی علامت مقرر کرو جسے سب جانتے پہچانتے ہوں۔ ایک صحابی نے مشورہ دیا: ہمیں رومیوں کی تقویم کے مطابق چلنا چاہیے کیونکہ وہ دنیا کے ایک بڑے حصے میں رائج ہے لیکن اس رائے کو یہ کہہ کر رد کر دیا گیا کہ اُن کی تقویم بہت پرانی ہے۔ ذوالقرنین سے شروع ہوتی ہے۔

ایک صحابی نے مشورہ دیا کیوں نہ ہم اہل فارس کا طریقہ استعمال کر لیں۔ یہ سن کر سب نے کہا: ان لوگوں میں آنے والا ہر بادشاہ پہلے بادشاہ کی تقویم ختم کر دیتا ہے۔

ساری بحث کے بعد یہ فیصلہ ہوا کہ دیکھا جائے کہ نبی ﷺ مدینہ طیبہ میں کتنی دیر رہے۔ جب شمار کیا گیا تو دس (10) سال بنے، چنانچہ اسلامی تقویم کی ابتدا ہجرت نبوی سے کی گئی۔

ایک اور روایت کے مطابق عثمان بن عبداللہ سیدنا سعید بن مسیّب کے حوالے سے بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے انصار اور مہاجرین کو جمع کیا اور دریافت فرمایا: ہم اپنی تقویم کی ابتدا کب سے کریں؟ سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے مشورہ دیا کہ جس وقت نبی ﷺ شرک کی زمین سے نکل کر مدینہ تشریف لائے، اسی وقت سے ہماری تاریخ کا آغاز ہونا چاہیے۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے یہ مشورہ فوراً قبول فرما لیا۔

(المستدرك للحاكم: 3/14)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

محاسبہ نفس کا ایک اور انداز

سیدنا عمر فاروق ؓ ایک دن کسی کام میں مصروف تھے کہ ایک آدمی آیا اور کہا: امیر المؤمنین! میرے ساتھ چلیے اور میری مدد کیجیے، فلاں آدمی نے مجھ پر زیادتی کی ہے۔ سیدنا عمر ؓ اُس وقت اُمورِ مملکت میں سے کسی انتہائی اہم کام میں مصروف تھے آپ نے اُسے سرزنش کرتے ہوئے فرمایا:

جب عمر تمہارے لیے وقت نکالتا ہے تو اس وقت تم آتے نہیں اور جب میں دیگر ضروری کاموں میں مصروف ہوتا ہوں تو آجاتے ہو۔ وہ آدمی اپنے آپ کو ملامت کرتا ہوا واپس چلا گیا۔ تھوڑی دیر بعد سیدنا عمر فاروق ؓ کو احساس ہوا کہ میں نے اُس کی دادرسی میں کوتاہی کی ہے۔ یہ خیال آتے ہی اُنہوں نے حکم دیا کہ اس آدمی کو واپس لایا جائے۔ جب وہ واپس آیا تو آپ نے اپنا درہ اس کی طرف پھینک دیا اور فرمایا: میں نے تمہاری بروقت دادرسی نہ کر کے تم پر زیادتی کی ہے۔ تم مجھ سے اس زیادتی کا بدلہ لے سکتے ہو۔

وہ آدمی بولا: نہیں امیر المؤمنین! میں آپ کو اللہ تعالیٰ اور آپ کی رضا کے لیے معاف کرتا ہوں۔ سیدنا عمر ؓ نے فرمایا: اس طرح نہ کہو یا تو صرف اللہ کی رضا کے لیے معاف کرو اور ثواب کے امیدوار ہو جاؤ یا مجھ سے قصاص لے لو۔ وہ یہ بات سمجھ گیا اور کہنے لگا: امیر المؤمنین! میں صرف اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے معاف کرتا ہوں۔

اس وقت آپ کے ساتھ کچھ لوگ تھے۔ ان میں احنف بن قیس ؓ بھی تھے۔ وہ اس قصے کے راوی اور عینی شاہد ہیں۔ فرماتے ہیں: پھر سیدنا عمر ؓ نے نفل نماز پڑھنا شروع کی۔ دو رکعتیں ادا کیں تو اپنے آپ سے مخاطب ہو کر کہنے لگے۔ ابن خطاب! تو کتنا گرا پڑا آدمی تھا اللہ تعالیٰ نے تجھے بلندی عطا کی۔ تو گمراہ تھا اللہ تعالیٰ نے تجھے ہدایت بخشی۔ تو ذلیل تھا اللہ تعالیٰ نے تجھے عزت عطا فرمائی، تجھے لوگوں کا حاکم بنا دیا۔ تیرے پاس ایک آدمی ظلم کے انسداد میں مدد کا طلب گار ہوا، تو نے اس کی دادرسی کی بجائے اُس کی سرزنش کر

ڈالی۔ کل جب تو اپنے رب کے حضور پیش ہوگا تو کیا جواب دے گا؟ سیدنا عمر ؓ اپنے آپ کو اسی طرح ڈانٹتے رہے ملامت کرتے رہے۔ میں انہیں دیکھتا رہا حتی کہ میرے دل میں خیال گزرا کہ آپ پوری کائنات میں سب سے اچھے انسان ہیں۔

(محض الصواب في فضائل أمير المؤمنين عمر بن الخطاب:503/2)

بعد کے خلفاء کو مشقت میں ڈال دیا

سیدنا عمر ؓ خشیت الٰہی سے فرمایا کرتے تھے:

لَوْ مَاتَ جَدْيٌ بِطَفِّ الْفُرَاتِ لَخَشِيتُ أَنْ يُحَاسِبَ اللّٰهُ بِهِ عُمَرَ

''اگر کوئی بکری کا بچہ فرات کے کنارے مر گیا تو اللہ قیامت کے دن عمر سے سوال کرے گا''۔

سیدنا علی ؓ ارشاد فرماتے ہیں: میں نے ایک دن عمر ؓ کو اونٹ کی پشت پر پالان کی لکڑی پر بیٹھے تیزی سے جاتے دیکھا۔ میں نے کہا: امیر المؤمنین! آپ کہاں جا رہے ہیں؟ کہا: صدقے کا اونٹ بھاگ گیا ہے، اسے تلاش کرنے جا رہا ہوں۔ میں نے کہا: آپ نے تو اپنے بعد آنے والے خلفاء کو مشکل اور مشقت میں ڈال دیا۔ سیدنا عمر ؓ نے فرمایا:

أَبَاالْحَسَنِ لَا تَلُمْنِي، فَوَالَّذِي بَعَثَ مُحَمَّدًا بِالنُّبُوَّةِ!
لَوْ أَنَّ عَنَاقًا أُخِذَتْ بِشَاطِئِ الْفُرَاتِ لَأُخِذَ بِهَا عُمَرُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ

''ابو الحسن! مجھے ملامت نہ کیجیے، اللہ کی قسم جس نے محمد ﷺ کو نبوت کے ساتھ مبعوث فرمایا! اگر فرات کے کنارے سے بکری کا کوئی بچہ گم ہو گیا تو قیامت کے دن عمر سے اس کے بارے میں بھی سوال ہوگا''۔

(مناقب عمر، لابن الجوزي: ص 161)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حدودِ حرم کا احترام

ابوسلامہ فرماتے ہیں کہ ایک دن میں سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچا۔ کیا دیکھتا ہوں کہ وہ حرم مکی کے اندران عورتوں اور مردوں کو سختی سے ڈانٹ کر الگ الگ کر رہے ہیں جو ایک ہی حوض پر جمع ہو کر وضو کر رہے تھے۔ انہوں نے ایک ذمہ دار آدمی کو آواز دی۔ وہ فوراً حاضر ہوا اور عرض کی: میں حاضر ہوں، امیر المؤمنین میں حاضر ہوں۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے غصے سے فرمایا: ایسے تکلفات چھوڑو! مجھے یہ بتاؤ: کیا میں نے تمہیں یہ حکم نہیں دیا تھا کہ عورتوں کے لیے الگ اور مردوں کے لیے الگ حوض بناؤ؟ یہ کہہ کر وہ واپس آئے تو سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے ملاقات ہوگئی۔ فرمایا: علی! میں تو تباہ ہوگیا۔ سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے عرض کی: کیا ہوا کیسی تباہی کی باتیں کر رہے ہیں؟ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں کچھ مردوں اور عورتوں کو حدودِ حرم میں ڈانٹ بیٹھا ہوں۔

سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: امیر المؤمنین! آپ ایک داعی ہیں۔ اگر آپ کی نیت اصلاح اور خیر خواہی کی تھی تو اللہ سبحانہ وتعالیٰ آپ کو اس پر کوئی سزا نہیں دے گا اور اگر آپ نے انہیں نیت میں کھوٹ کی وجہ سے ڈانٹا ہے تو تب آپ ظالم ہو سکتے ہیں۔

حسن بصری رحمہ اللہ فرماتے ہیں: سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے یہ آیت سنی:

﴿ وَالَّذِينَ يُؤْذُونَ الْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ ﴾

''اور جو لوگ مؤمن مردوں اور مؤمن عورتوں کو تکلیف دیتے ہیں''۔ الأحزاب: 58۔

آیت کا سننا تھا کہ وہ پریشانی اور اضطراب کی حالت میں مدینہ کی گلیوں کے چکر کاٹنے لگے اور پھر سیدنا ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کے گھر تشریف لے گئے۔ وہ تکیہ لگائے بیٹھے تھے۔ انہوں نے وہ تکیہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے سامنے پیش کر دیا اور کہا:

امیر المؤمنین! اس پر تشریف رکھیے۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے تکیے کو پیچھے ہٹا دیا اور زمین پر بیٹھ گئے۔ انہوں نے ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کو یہی آیت پڑھ کر سنائی اور فرمایا:

أَخْشَى أَنْ أَكُونَ أَنَا صَاحِبَ الآيَةِ

''مجھے ڈر لگ رہا ہے کہ کہیں اس آیت کا مصداق میں ہی نہ ہوں'' کیونکہ میں نے مؤمنوں کو تکلیف پہنچائی ہے۔ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: ایسا نہیں ہو سکتا، آپ نے تو صرف اپنی رعایا کی خیر خواہی اور بھلائی چاہی ہے۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اگر آپ کہتے ہیں تو ٹھیک ہے اور اللہ تعالیٰ ہر چیز کو خوب جانتا ہے۔

(مناقب عمر بن الخطاب: ص 162، ومحض الصواب في فضائل أمير المؤمنين عمر بن الخطاب: 623/2)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مضروب کو راضی کرو یا قصاص دو

سیدنا عمر ؓ نے اپنے تمام گورنروں کو حج کے موقع پر موجود رہنے کا حکم دے رکھا تھا۔ تمام گورنروں کی موجودگی میں وہ خطبہ ارشاد فرمایا کرتے: حاضرین کرام! میں نے یہ حکام تمہاری جانوں اور اموال پر ظلم کرنے کے لیے مقرر نہیں کیے۔ انہیں میں نے انصاف قائم کرنے اور مال غنیمت میں سے تمہارے حصے انصاف کے ساتھ تقسیم کرنے کے لیے بھیجا ہے۔ اگر کسی صوبے میں میرے عامل کی طرف سے کسی سے کوئی ناروا سلوک ہوا ہے تو وہ کھڑا ہو جائے۔

قارئین کرام! ذرا غور کیجیے: حج کا موقع پوری سلطنت اسلامیہ سے حجاج کرام آئے ہوئے ہیں اور ان کے سامنے تمام گورنر کھلی کچہری میں حاضر ہیں۔

ایسے ہی ایک موقع پر مصر کا ایک شخص کھڑا ہوتا ہے اور عرض کرتا ہے: امیر المؤمنین! آپ کے بھیجے ہوئے گورنر عمرو بن عاص نے ناجائز طور پر مجھے سو (100) کوڑے مارے ہیں۔ سیدنا عمر فاروق ؓ نے گورنر سے فوراً جواب طلب کیا: تم نے اسے کیوں مارا؟ کوئی معقول وجہ بتاؤ یا قصاص دینے کے لیے تیار ہو جاؤ! سیدنا عمرو بن عاص ؓ کھڑے ہو گئے اور عرض کیا: امیر المؤمنین! اگر آپ نے اس طرح برسر عام اپنے عمال کا محاسبہ کیا تو لوگ بہت زیادہ شکایتیں کرنے لگیں گے۔ اگر یہ سلسلہ چل نکلا تو ارکان حکومت میں بد دلی پھیلنے کا اندیشہ ہے۔ سیدنا عمر ؓ نے فرمایا:

یہ میرا ذاتی اجتہاد نہیں ہے بلکہ خود رسول اللہ ﷺ بھی قصاص دینے کے لیے تیار ہو جاتے تھے۔ سیدنا عمرو بن عاص ؓ نے عرض کیا: کچھ مہلت دیجیے، ہم متاثر آدمی کو راضی کر لیتے ہیں۔ سیدنا عمر فاروق ؓ نے اجازت دے دی، چنانچہ مضروب کو ہر کوڑے کے عوض دو دو دینار کے حساب سے دو سو (200) دینار لینے پر راضی کر لیا گیا۔

(ابن سعد: 3/293,294)

اچھے اور برے حکمران کا فرق

سیدنا عمر ؓ کا معیارِ زندگی عام لوگوں جیسا تھا۔ وہ عام لوگوں جیسا ہی کھاتے تھے۔ اُنہیں ایسا کھانا قطعاً گوارا نہیں تھا جو سب لوگوں کو میسر نہ ہو۔ اکثر روزہ رکھتے تھے۔ عام الرمادۃ کے ایام میں ان کے لیے تیل سے بنا ہوا ثرید لایا جاتا۔ وہ اسے بخوشی تناول فرماتے تھے۔ ایک دن کچھ اونٹ ذبح کیے گئے، لوگوں کو کھلانے سے پہلے گوشت کا عمدہ حصہ، جو کوہان اور جگر کے لمبے ٹکڑوں پر مشتمل تھا، الگ کر لیا گیا۔ اسے سیدنا عمر ؓ کی خدمت میں پیش کیا گیا۔ آپ ؓ نے دریافت کیا:

یہ ٹکڑے کہاں سے آئے؟ لوگوں نے عرض کیا: امیر المؤمنین! یہ ان اونٹوں سے لیے گئے ہیں جو آج ہم نے ذبح کیے تھے۔ آپ نے بڑا تعجب کیا اور فرمایا: اگر میں یہ عمدہ اور لذیذ گوشت کھا لوں، جبکہ عام لوگ اس سے کم تر گوشت کھا رہے ہیں تو میں کتنا برا حکمران ہوں گا، پھر فرمایا: یہ برتن اُٹھا لو اور میرے لیے کوئی اور سادہ کھانا لے کر آؤ۔ آپ کی خدمت میں روٹی اور زیتون کا تیل لایا گیا۔ سیدنا عمر ؓ اپنے ہاتھ سے روٹی کا ٹکڑا تیل میں بھگو کر کھانے لگے۔

(نظام الحكم في الشريعة والتاريخ الإسلامي: 188/1)

تراشے

ابوالشہب بیان فرماتے ہیں: ایک دفعہ سیدنا عمر ؓ کوڑے کرکٹ کے ایک ڈھیر کے پاس سے گزرے تو وہاں رک گئے۔ ان کے ساتھ چلنے والے بڑی اذیت محسوس کرنے لگے۔ اس پر سیدنا عمر ؓ نے فرمایا: ''یہ ہے وہ تمہاری دنیا جس کے پیچھے تم بھاگتے ہو اور اس کے نہ ملنے پر روتے ہو''۔

(الزهد للإمام أحمد: 118)

سیدنا عمر ؓ کو بیت اللہ کا طواف اس حالت میں کرتے دیکھا گیا کہ ان کے تہبند میں بارہ (12) پیوند تھے۔ ان میں سے ایک پیوند چمڑے کا تھا۔

(الطبقات الكبرى: 328/5)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کسریٰ کا لباس ایک بدو سردار کے جسم پر

جنگ قادسیہ کی فتح کے بعد سیدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے کسریٰ کا تاج، تلوار، پٹکا، قمیص، شلوار اور موزے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں مدینہ منورہ ارسال کر دیے۔ یہ فتح کوئی معمولی نہ تھی۔ اس سے اہل فارس کی کمر ٹوٹ گئی تھی۔ فرمایا: اس مال کو مسجد نبوی میں رکھوا دو اور انصار و مہاجرین رات کو اس مال پر پہرہ دیں۔ صبح ہوئی تو سیدنا عباس بن عبدالمطلب اور سیدنا عبدالرحمٰن بن عوف کے ہمراہ مسجد میں تشریف لائے۔ وہاں کسریٰ کے زیر استعمال چیزوں کا ڈھیر لگا ہوا تھا۔ ان میں سونے اور چاندی کے زیورات، یاقوت، زبرجد، اور چمکتے ہوئے موتی اور قیمتی لباس تھے جو نگاہوں کو خیرہ کر رہے تھے۔ اس ساز و سامان پر سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی نگاہ پڑی تو رونے لگ گئے۔ لوگوں نے کہا: امیر المؤمنین، آج رونے کا دن تو نہیں آج تو شکر ادا کرنے کا اور خوشی کا دن ہے۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے اللہ تعالیٰ کے حضور عرض کیا: اے اللہ! تو نے اپنے رسول ﷺ کو یہ مال و متاع نہیں دیا، نہ ابوبکر رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں ایسا ہوا، حالانکہ وہ دونوں مجھ سے بہت زیادہ عزت دار اور تیرے محبوب تھے۔ اب تو نے یہ سب کچھ میرے عہد خلافت میں دے دیا ہے۔

اے اللہ! یہ مال و دولت دنیا ہمارے لیے کہیں کوئی آزمائش نہ ہو۔ یہ کہنے کے بعد سیدنا عمر رضی اللہ عنہ زار و قطار رونے لگے۔ لوگ آپ کی گریہ زاری دیکھ کر آپ پر ترس کھانے لگے۔ جب سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کو قرار آیا تو لوگوں نے کہا: امیر المؤمنین! اس مال و دولت کو بیت المال میں جمع کر دینا چاہیے۔ سیدنا عمر فاروق نے اس تجویز سے اتفاق نہیں کیا اور فرمایا: جس قوم میں مال و دولتِ دنیا زیادہ ہو جاتا ہے ان میں باہمی لڑائیاں اور خانہ جنگی شروع ہو جاتی ہے۔ انہوں نے عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ کو حکم دیا: میں تمہیں قسم دے کر کہتا ہوں کہ شام ہونے سے پہلے پہلے ان تمام چیزوں کو بیچ کر اس کی قیمت حاجت مند لوگوں میں تقسیم کر دو۔

سیدنا عمر فاروق نے نظر اُٹھا کر لوگوں کی طرف دیکھا۔ ان میں سب سے قد آور اور بھاری بھرکم جسم والے شخص سراقہ بن مالک بن جعشم مدلجی تھے۔ آپ نے فرمایا:

سراقہ! کھڑے ہو جاؤ۔ اور کسریٰ کے بازوؤں کے کنگن پہن کر دکھاؤ۔ سراقہ نے وہ کنگن پہنے تو ان کے کندھوں تک جا پہنچے۔ بہت خوب، بہت خوب! بنو مدلج کے اعرابی کو دیکھو۔ اس نے آج کسریٰ کے کنگن اپنے بازوؤں میں پہن رکھے ہیں۔

سراقہ! یہ دن تیرے اور تیری قوم کے لیے کس قدر عزت و شرف کا دن ہے کہ تم نے کسریٰ ایران کے کنگن پہن رکھے ہیں۔

امام شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: سیدنا عمر فاروق نے سراقہ کو یہ زیور اس لیے پہنائے تھے کیونکہ نبی کریم ﷺ نے ایک موقع پر سراقہ کو اس بات کی خبر دی تھی اور فرمایا تھا: اے سراقہ گویا کہ میں دیکھ رہا ہوں کہ تمہارے ہاتھوں میں کسریٰ ایران کے کنگن ہیں۔ اس طرح آپ ﷺ کی پیش گوئی پوری ہوگئی۔ پھر سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے سراقہ سے کہا: یہ کنگن اتار دو۔ اُنہوں نے اتار دیے۔ (سنن البيهقي:357/6)

امیر المؤمنین کا لقب

جب سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ انتقال کر گئے تو سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے لقب کے بارے میں غور و فکر کیا گیا۔ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کو خلیفۃ الرسول ﷺ کہا جاتا تھا۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے خلیفہ منتخب ہونے کے بعد مسلمانوں نے کہا: کیا اب سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کو خلیفۂ خلیفۃِ الرسول ﷺ کہا جائے گا؟ یہ لقب تو لمبا ہو جائے گا اور ہر آنے والے خلیفہ کے ساتھ طویل سے طویل تر ہوتا جائے گا، لہٰذا ہم سب کو باہمی مشورے سے کوئی ایسا لقب منتخب کر لینا چاہیے جو بعد میں بھی سب خلفاء پر لاگو ہو سکے۔ بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے مشورہ دیا کہ ہم سب اہل ایمان ہیں اور سیدنا عمر رضی اللہ عنہ ہمارے امیر ہیں۔ لہٰذا سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کا لقب امیر المؤمنین ہونا چاہیے، چنانچہ یہی لقب رائج ہو گیا۔ تاریخ اسلامی میں وہ پہلے خلیفہ ہیں جنہیں یہ لقب دیا گیا۔

(الطبقات الکبریٰ لابن سعد:281/3، ومحض الصواب في فضائل أمير المؤمنين عمر بن الخطاب:311/1)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بیت المال کی اونٹنی کا دودھ

عبدالرحمٰن بن نجیح بیان کرتے ہیں: ایک دفعہ میں سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے پاس گیا۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی ایک اونٹنی تھی۔ وہ اسی اونٹنی کا دودھ پیا کرتے تھے۔ ایک دن ان کے غلام نے اُنہیں دودھ کا پیالہ دیا تو یہ دودھ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کو اچھا نہ لگا چنانچہ خادم سے دریافت فرمایا:

سچ بتاؤ، یہ دودھ کہاں سے لائے ہو؟ اس نے کہا: امیر المؤمنین! اونٹنی کا بچہ اچانک کھل گیا اور وہ آپ کی اونٹنی کا سارا دودھ پی گیا، چنانچہ میں نے آپ کو بیت المال کی ایک اونٹنی کا دودھ پلا دیا۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

اللہ تمہیں ہدایت دے، یہ تم نے کیا کر دیا! میں اس کو اپنے لیے جائز نہیں سمجھتا۔ اب میں اپنے لیے اس دودھ کی حلت کے سلسلے میں لوگوں سے مشورہ کروں گا، چنانچہ انہوں نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے سامنے یہ معاملہ رکھا تو سب نے بالاتفاق یہ فتویٰ دیا کہ نہ صرف بیت المال کی اونٹنی کا دودھ آپ کے لیے حلال تھا بلکہ اس کا گوشت بھی حلال ہے، مگر سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے تقوی کا یہ عالم تھا کہ اپنے استحقاق کے باوجود ان سہولیات سے مستفید ہونے کے لیے تیار نہیں تھے۔

(تاريخ المدينة المنورة: ص 702)

بیت المال کا شہد

سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ ایک دفعہ بیمار ہوئے۔ اطباء نے بطور علاج شہد پینے کا مشورہ دیا۔ مفتوحہ علاقے سے آیا ہوا شہد بیت المال میں موجود تھا۔ مگر انہوں نے یہ شہد پینے سے انکار کر دیا۔ انہوں نے لوگوں کو جمع کیا اور منبر پر تشریف لائے اور لوگوں سے شہد پینے کی اجازت مانگی اور کہا: اگر تم لوگ مجھے شہد پینے کی اجازت دو تو ٹھیک ہے ورنہ وہ میرے لیے ناجائز ہے۔

لوگ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی یہ بات سن کر انتہائی متاثر ہوئے اور ان کا زہد دیکھ کر اُن پر رقت طاری ہو گئی اور

آپس میں کہنے لگے: امیر المؤمنین! آپ کی خوبی اللہ تعالیٰ ہی کی طرف سے ہے۔ آپ نے تو اپنے بعد آنے والوں کے لیے بہت کڑا معیار قائم کر دیا ہے۔ چنانچہ سب لوگوں نے ان کو شہد پینے کی اجازت دی اور اس کے بعد انہوں نے شہد استعمال کیا۔

(فرائد الكلام للخلفاء الكرام: ص 113، والفاروق للشرقاوي: ص 275)

رعایا کے سامنے جوابدہی

ایک دن سیدنا عمر رضی اللہ عنہ اپنے خطبہ میں یہ کلمات ارشاد فرما رہے تھے:

أَيُّهَا النَّاسُ! اِسْمَعُوا وَأَطِيعُوا

''اے لوگو! ولی الامر کی بات سنو اور اس کی اطاعت کرو''۔

اسی دوران ایک آدمی کھڑا ہو گیا اور سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی بات کاٹتے ہوئے بولا: امیر المؤمنین! کوئی سمع و طاعت نہیں ہو گی۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے نرمی سے پوچھا: ''اے اللہ کے بندے کیوں؟'' اس نے کہا: اموال غنیمت میں سے ہم سب کے حصے میں تن ڈھانپنے کو صرف ایک ایک چادر آئی۔ اس چادر سے کرتہ تیار نہیں ہو سکتا تھا، لیکن آپ کے حصے میں آنے والی چادر سے آپ کی قمیص کیسے تیار ہو گئی؟ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

''بس یہیں رُک جاؤ! اس بات کا جواب میں نہیں کوئی اور دے گا''۔ پھر اپنے بیٹے کو آواز دی تو عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما آگے آ گئے۔ انہوں نے وضاحت کی کہ ایک چادر سے میرے والد محترم کی قمیص مکمل نہ ہو سکی، اس لیے میں نے اپنے حصے کی چادر اپنے والد ماجد کو دے دی تا کہ ان کی قمیص مکمل ہو جائے۔ یہ وضاحت سن کر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم مطمئن ہو گئے اور اس سوال کرنے والے نے وضاحت سن کر بڑے احترام اور عاجزی سے عرض کیا: امیر المؤمنین!

الآنَ السَّمْعُ وَالطَّاعَةُ يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ

''امیر المؤمنین! اب آپ جو کچھ حکم دیں گے ہم سمع و طاعت کے لیے تیار ہیں''۔

(عيون الأخبار: 1/55، نقلًا عن محض الصواب: 2/579)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اللہ کے رسول ﷺ کا غایت درجہ احترام

رسول اللہ کے چچا سیدنا عباس بن عبدالمطلب کا مدینہ طیبہ میں گھر تھا۔ ان کے گھر کا ایک پرنالہ سیدنا عمر ؓ کے راستے میں پڑتا تھا۔ ایک دفعہ جمعہ کے روز سیدنا عمر ؓ وہاں سے صاف ستھرے کپڑے پہنے گزر رہے تھے اُن پر اس پرنالے سے خون کے چھینٹے پڑے۔ دراصل اس روز سیدنا عباس ؓ کے گھر میں دو چوزے ذبح کیے گئے تھے۔ ان کا خون پرنالے میں تھا۔ جب اس پر پانی بہایا گیا تو چھینٹے اڑ کر سیدنا عمر ؓ کے کپڑوں پر جا پڑے۔

ظاہر سی بات ہے انہیں اس پر شدید غصہ آیا اور انہوں نے حکم دیا کہ اس پرنالہ کو اکھاڑ دیا جائے۔ چنانچہ حکم کی تعمیل ہوئی۔ سیدنا عمر واپس گھر آئے۔ آلودہ کپڑے اتارے، نیا لباس پہنا، مسجد میں آئے اور لوگوں کو نماز پڑھائی۔ تھوڑی دیر گزری سیدنا عباس بن عبدالمطلب تشریف لائے اور کہا: اللہ کی قسم! یہ وہی جگہ تھی جہاں خود رسول اللہ ﷺ نے اپنے دست مبارک سے اس پرنالے کو نصب فرمایا تھا۔ یہ سن کر سیدنا عمر ؓ نے فرمایا: عباس! میں آپ کو اللہ کی قسم دے کر کہتا ہوں کہ آپ میری پشت پر سوار ہو کر اسے دوبارہ اسی جگہ نصب کر دیں جہاں اللہ کے رسول ﷺ نے اسے نصب فرمایا تھا۔ سیدنا عباس ؓ ایسا کرنے کے لیے تیار نہیں تھے۔ سیدنا عمر فاروق ؓ کا اصرار تھا کہ ایسا ہی ہونا چاہیے۔ آخر کار سیدنا عباس ؓ نے عمر ؓ کے اصرار کے سامنے ہتھیار ڈالتے ہوئے ایسا ہی کیا۔

(صفة الصفوة:285/1)

ایک مرتبہ جمعہ کے دن انہیں خطبہ کے لیے گھر سے آنے میں دیر ہو گئی۔ جب تشریف لائے تو حاضرین سے تاخیر سے آنے پر معذرت کی اور فرمایا: دراصل میں اپنے ان پہنے ہوئے کپڑوں کو دھلوا رہا تھا۔ میرے پاس اس کے علاوہ اور کوئی لباس نہیں ہے۔

(محض الصواب في فضائل عمر بن الخطاب:566/2)

جو مشرق و مغرب تک کے فرمانروا تھے

امیر المؤمنین سیدنا عمر فاروق ؓ مشرق سے مغرب تک کے فرمانروا تھے۔ اس قدر وسیع حکومت ہوتے ہوئے ذمہ داری کا احساس اتنا شدید تھا کہ اپنی رعایا کی ہر آن خبر گیری فرماتے تھے۔ سادگی اتنی تھی کہ کچی زمین ہی پر بیٹھ جاتے تھے۔ ان کے نیچے ایک معمولی چادر بچھی ہوتی تھی۔ انہیں دیکھ کر یہی محسوس ہوتا وہ رعایا کے کوئی معمولی سے آدمی ہیں۔

ایک دفعہ ام المؤمنین سیدہ حفصہ ؓ ان کے پاس آئیں۔ انہوں نے اپنے والد گرامی کی دنیا سے بے رغبتی اور عُسرت و تنگی کے نشانات دیکھے تو عرض کیا: بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے اب بہت خیر و برکت عطا کر دی ہے۔ آپ پر رزق کی فراوانی فرما دی ہے، اب آپ اچھا کھانا کیوں نہیں کھاتے اور عمدہ لباس کیوں نہیں پہنتے؟

سیدنا عمر ؓ نے فرمایا: میں اس سلسلے میں تجھ سے بھرپور گفتگو کر سکتا ہوں، پھر انہوں نے نبی ؑ کی زندگی کا تذکرہ فرمایا اور مسلسل ان کی زندگی کے کٹھن ایام رہ رہ کر یاد دلاتے رہے۔ سیدہ حفصہ ؓ سنتے سنتے رو پڑیں۔ سیدنا عمر ؓ نے سلسلہ کلام جاری رکھا۔ فرمایا: میری سوچ یہ ہے کہ مجھ سے پہلے میرے دو ساتھی اس دنیا سے کٹھن زندگی گزار کر جا چکے ہیں۔ ہوسکتا ہے اس طرح میں بھی ان کی بعد از وفات عمدہ زندگی میں شامل ہوسکوں۔

(الزهد، للإمام أحمد: ص 125)

عبداللہ بن عامر بن ربیعہ فرماتے ہیں: میں عمر بن خطاب ؓ کے ساتھ حج کی غرض سے نکلا۔ ہم نے مدینہ سے مکہ، پھر مکہ سے مدینہ واپسی کا سفر بھی اکٹھے طے کیا۔ راستے بھر میں ان کے لیے کہیں بھی خصوصی طور پر علیحدہ خیمہ نہیں لگایا گیا۔ نہ ہی بالوں سے بُنا کوئی چھوٹا سا گھر بنایا گیا تھا۔ وہ اپنی چادر یا چمڑے کا ایک بچھونا درخت پر ڈالتے تھے اور اسی کے سائے میں آرام فرما لیتے تھے۔

(الطبقات لابن سعد:279/3)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

زہد اور تقوی

ایک دفعہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے پاس کچھ چادریں اور کھانے پینے کا سامان آیا۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے حکم دیا کہ سب تقسیم کر دیا جائے، پھر فرمایا:

اے اللہ! تو خوب جانتا ہے کہ میں ان لوگوں کا رازق نہیں ہوں، نہ خود کو ان پر ترجیح دیتا ہوں۔ میں تو صرف اپنا کھانا لے کر ان سب لوگوں کے ساتھ شریک ہو جاتا ہوں۔ مجھے ڈر ہے کہیں تو اس کھانے کو آگ بنا کر عمر کے پیٹ میں نہ ڈال دے۔

معدان فرماتے ہیں: پھر میں نے دیکھا کہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے ذاتی مال سے ایک پیالہ بنوایا، پھر وہ اس میں اپنے ذاتی مال سے بنا ہوا کھانا منگواتے اور اسے اپنے اور سب لوگوں کے سامنے کھانے کے لیے رکھ دیتے۔

امیر المؤمنین سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی یہی خواہش رہتی تھی کہ وہ سب لوگوں کے ساتھ مل کر کھانا کھائیں کیونکہ اس میں بہت سے معاشرتی فوائد مضمر تھے۔ وہ قطعاً نہیں چاہتے تھے کہ بیت المال یا مسلمانوں کی کمائی سے تیار کھانا کھائیں۔ وہ صرف اپنے ہی خالص مال سے تیار شدہ کھانا منگواتے تھے اور سب کے ساتھ مل کر کھاتے تھے۔

(التاريخ الإسلامي: 37/19)

تراشے

سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ بعض اوقات آگ جلاتے اور خود کو اس کے قریب لے جاتے اور پھر خود کلامی کے انداز میں فرماتے:

يَا ابْنَ الْخَطَّابِ هَلْ لَكَ عَلَى هَذَا صَبْرٌ

”خطاب کے بیٹے! کیا تو اس آگ کے جلانے پر صبر کر سکتا ہے“۔

(مناقب عمر: 162)

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے زریں اقوال

”تم صرف کسی کی نماز روزہ کو دیکھ کر اسے پارسا مت سمجھو، بلکہ یہ دیکھو کہ بات کرتا ہے تو سچ بولتا ہے کہ نہیں؟ جب اسے امین بنایا جائے تو امانت کا خیال رکھتا ہے یا نہیں؟ اور گناہ کو تقویٰ اور پرہیز گاری کی وجہ سے چھوڑتا ہے یا نہیں“۔

دنیا و آخرت کے عمل کے بارے میں سیدنا عمر فاروق کا فرمان ہے:

”تم میں سے بہتر وہ نہیں جو آخرت کے لیے عمل کرے اور دنیا کو ترک کر دے یا دنیا کے لیے محنت کرے اور آخرت کو بھلا دے بلکہ تم میں سب سے اچھا وہ ہے جو دنیا سے بھی فائدہ اٹھائے اور آخرت کے لیے بھی تگ و دو کرے۔ دنیا میں ضرورت سے زیادہ دلچسپی نقصان دہ ہے محض اس کے حصول میں کوئی حرج نہیں“۔

ایک مرتبہ سیدنا عمر فاروق نے فرمایا:

”حقیقی متوکل وہ ہے جو دانہ زمین میں ڈالتا ہے اور پھر اللہ پر بھروسا کرتا ہے۔ کوئی رزق کی تلاش سے عاجز ہو کر بیٹھ جائے اور کہے: اے اللہ مجھے رزق عطا فرما، یہ درست نہیں۔ اسے علم ہونا چاہیے کہ آسمان سے سونے اور چاندی کی بارش نہیں ہوتی بلکہ اللہ تعالیٰ لوگوں کو (محنت اور کوشش کے باعث) ایک دوسرے کے ذریعے سے رزق عطا کرتا ہے۔“

ایک دفعہ لوگوں نے سیدنا عمر فاروق کو بتایا کہ فلاں شخص سارا سال روزے رکھتا ہے تو سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے اسے مارا اور کہا: اے دہری! تیرا کوئی روزہ نہیں، اے دہری! تیرا کوئی روزہ نہیں۔ تم فوری طور پر کھانا کھاؤ۔ آپ کا اشارہ نبی کریم ﷺ کے اس ارشاد گرامی کی طرف تھا کہ جو ہمیشہ روزہ رکھے اس کا کوئی روزہ نہیں۔

(عبقرية عمر، ص: 91,90)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تراشے

آپ جب کسی ایسے نوجوان کو دیکھتے جو سر اور کمر جھکا کر چل رہا ہوتا تو اسے زوردار آواز سے کہتے:

برخوردار! اپنا سر اوپر اٹھاؤ، جتنا خشوع وخضوع دل کے اندر ہو اس سے کچھ کم ہی چہرے پر ظاہر ہونا چاہیے۔ دلی خشوع سے زیادہ ظاہر کرنے والا نفاق کا مظاہرہ کرتا ہے۔

سیدنا عمر فاروق کو وہ عبادت گزار نوجوان بہت پسند تھا جس کے کپڑے صاف ستھرے ہوں اور وہ عمدہ خوشبو استعمال کرتا ہو۔ ان کا نقطۂ نظر یہ تھا کہ مسلمان بچوں کی بہترین تربیت اس طرح ہوسکتی ہے کہ انہیں تیر اندازی، تیراکی اور گھڑ سواری کی تعلیم دی جائے۔ وہ فرمایا کرتے تھے: ''امت اسلام! تمہاری عظمت اسی وقت تک ہے جب تک تم گھوڑوں کی پیٹھوں پر رہو''۔

سیدنا عمر فاروق اسلام کو قوی اور غالب دیکھنا چاہتے تھے، اسی لیے نوجوانوں کی تربیت اس انداز میں کرتے کہ ان کی شخصیت میں اسلام کا وقار نمایاں نظر آئے۔ چنانچہ خود کو ''مریل'' لوگوں کی طرح گردن جھکا کر خشوع وخضوع کا اظہار کرنے والوں کو مارا کرتے تھے۔ آپ نے ایک مرتبہ ایک شخص کو دیکھا جو خود کو ''درویش'' اور ''مریل'' ظاہر کر رہا تھا اور یہ تاثر دے رہا تھا کہ خوف الٰہی سے اس کی کمر جھک گئی ہے اور قدم کمزور پڑ گئے ہیں۔ سیدنا عمر فاروق نے اسے دُرّے سے ضرب لگائی اور کہا:

''اللہ تجھ کو برباد کرے ہمارے دین کو بدنام اور رسوا نہ کر''۔ (عبقرية عمر، ص: 91,90)

اجتہادی آراء کا احترام

سیدنا عمر ؓ سے روایت ہے کہ ایک دفعہ وہ ایک آدمی سے ملے۔ انہوں نے اس سے پوچھا: تیرے فلاں معاملے کا کیا بنا؟ اس نے عرض کیا: سیدنا علی ؓ اور سیدنا زید بن ثابت ؓ نے اس طرح فیصلہ فرمایا ہے۔ سیدنا عمر ؓ نے سن کر فرمایا: اگر میں فیصلہ کرتا تو اس طرح کرتا۔ اس آدمی نے عرض کیا: آپ خلیفۃ المسلمین ہیں۔ بھلا آپ کی طرف سے اس فیصلہ کے نفاذ میں کیا رکاوٹ ہے؟ سیدنا عمر ؓ نے فرمایا:

اگر یہ مسئلہ کتاب وسنت میں وضاحت سے موجود ہوتا تو میں ضرور اقدام کرتا۔ لیکن تیرا مسئلہ رائے اور اجتہاد سے تعلق رکھتا ہے اور رائے میں ہم سب مشترک ہیں، اس لیے علی ؓ اور زید ؓ نے جو فیصلہ کر دیا ہے، وہ بھی درست ہے۔ سیدنا عمر ؓ نے صحابہ کرام کی آزادی رائے پر کوئی پابندی عائد نہیں کر رکھی تھی۔ وہ اجتہادی مسائل میں کھل کر اپنی رائے کا اظہار کرتے تھے۔ سیدنا عمر ؓ نے کسی شخص کو اجتہادی مسائل شریعت میں متعین رائے کا کبھی پابند نہیں بنایا۔ (السلطة التنفيذية، للدكتور محمد الدهلوي: 738/2)

کلمہ حق کہنے والے کی حوصلہ افزائی

ایک دن سیدنا عمر ؓ کی خدمت میں ایک آدمی حاضر ہوا۔ اس نے سب کے سامنے بانگ دہل کہا: ''خلیفۃ المسلمین! آپ کو اللہ سے ڈرتے رہنا چاہیے''۔ کچھ لوگ سرعام اس کی یہ بات سن کر اس پر ناراض ہوئے اور اسے خاموش کرنے کی کوشش کی۔ سیدنا عمر ؓ نے فرمایا:

اے لوگو! اگر لوگوں میں حکمرانوں کے سامنے کلمہ حق کہنے کی جرأت نہ رہے تو سمجھ لو لوگوں میں خیر باقی نہیں رہی اور اگر حکمران کلمہ حق سننے کے لیے تیار نہ ہوں تو سمجھ لو اُن کے اندر کوئی بھلائی باقی نہیں رہی۔

(نظام الحكم في عهد الخلفاء الراشدين، لحمد محمد الصمد: 198)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اللہ کی نعمتوں سے استفادہ زہد کے منافی نہیں

سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ اللہ کی حلال کردہ نعمتوں سے فائدہ اٹھانے کو زہد کے خلاف نہیں سمجھتے تھے۔ ایک مرتبہ سیدنا ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ نے انطاکیہ سے خط لکھا، وہ اسلامی فوج کے ساتھ وہاں اقامت پذیر تھے:

’’انطاکیہ کی آب و ہوا بہت عمدہ ہے۔ نعمتوں کی بھی فراوانی ہے۔ اگر اسلامی فوج کو مسلسل یہاں رکھا گیا تو خدشہ ہے کہ وہ سہل پسند ہو جائیں گے اور جہاد و قتال میں کوئی مؤثر کردار ادا نہیں کر سکیں گے‘‘۔

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے ان کی رائے کو غلط قرار دیتے ہوئے جواباً لکھا:

’’اللہ عزوجل نے متقی لوگوں پر، جو نیک اعمال کرتے ہیں، طیبات حرام قرار نہیں دیں۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ يَا أَيُّهَا الرُّسُلُ كُلُوا مِنَ الطَّيِّبَاتِ وَاعْمَلُوا صَالِحًا إِنِّي بِمَا تَعْمَلُونَ عَلِيمٌ ﴾

’’اے رسولوں کی جماعت! پاکیزہ رزق کھاؤ اور نیک اعمال کرو، بے شک تم جو عمل کرتے ہو میں اسے خوب جاننے والا ہوں۔‘‘ (المؤمنون:51)

اسلامی فوج کے کمانڈر کی حیثیت سے تم پر فرض ہے کہ مسلمانوں کو آرام پہنچاؤ۔ وہ جہاد و قتال کے معرکوں میں تھک چکے ہیں۔ انہیں کھانے پینے اور آرام کرنے کے مواقع فراہم کرو‘‘۔

لیکن اس کے ساتھ ہی ساتھ آپ اسراف و تبذیر اور عیاشی کو سخت ناپسند کرتے تھے۔ یمن کا گورنر ان کی خدمت میں حاضر ہوا تو اس نے نہایت عمدہ جوڑا زیب تن کر رکھا تھا جو عموماً متکبر لوگ پہنتے تھے، نیز اس نے نہایت اعلیٰ قسم کی خوشبو بھی استعمال کر رکھی تھی۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے اس پر سخت تنقید کی۔ وہ گورنر اگلے سال آیا تو اس کے بال پراگندہ تھے اور اس نے بوسیدہ کپڑے پہن رکھے تھے۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ’’میرے کہنے کا یہ مقصد ہرگز نہیں تھا کہ تم اپنی یہ حالت بنا لو۔ نہ وہ حالت تمہارے لیے مناسب تھی اور نہ ہی یہ مناسب ہے۔ ہمارے افسران کو پراگندہ حالت بھی نہیں بنانی چاہیے اور نہ ہی متکبرانہ وضع قطع کی انہیں اجازت ہے۔ ہر کام اعتدال سے کرو۔ کھاؤ، پیو اور تیل وغیرہ بھی استعمال کرو تمہیں اچھی طرح علم ہے کہ مجھے کیا چیز ناپسند ہے‘‘۔

گورنروں کے وظائف

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ عمّال حکومت اور گورنروں کا وظیفہ مقرر کرنے میں بے حد سخی تھے، انہوں نے عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کو جب کوفہ کا والی بنایا تو ان کے لیے اور ان کے معاونین میں سے ہر ایک کے لیے (600) درہم ماہانہ مقرر کیے۔ عطیات اس کے علاوہ ہوتے تھے جو وہ ان جیسے لوگوں کو عنایت کرتے رہتے تھے۔ علاوہ ازیں ان کے لیے ہر ماہ آدھی بکری اور آدھا تھیلا آٹے کا عنایت کرتے۔

عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے لیے (100) درہم اور ایک چوتھائی بکری مقرر کی کیونکہ وہ کوفہ میں لوگوں کو تعلیم دیتے تھے اور وہاں بیت المال کے نگراں تھے۔ اور عثمان بن حنیف کے لیے (150) درہم اور ایک چوتھائی بکری روزینہ مقرر کیا۔ اس کے ساتھ ساتھ انہیں (5000) درہم سالانہ بھی دیا کرتے۔ اسی طرح آپ افسروں کی ذمہ داریوں اور اخراجات کو پیش نظر رکھ کر روزینہ مقرر کرتے تھے۔

(عبقرية عمر، ص:108)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سیدنا عمر فاروق کی رائے اور تائید الٰہی

ایک دفعہ ایک شخص نے سیدنا عمر فاروق سے پوچھا: یہ فرمائیے کہ دریا کے سفر میں نماز میں قصر ہے یا نہیں؟ وہ یہ معلوم کرنا چاہ رہا تھا کہ دریا کا سفر شرعاً سفر ہے یا نہیں؟ سیدنا عمر فاروق نے جواباً ارشاد فرمایا: کیوں نہیں میرے بھائی! اللہ تعالیٰ اپنی کتاب مقدس میں خود فرماتا ہے:

﴿هُوَ الَّذِي يُسَيِّرُكُمْ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ﴾ (یونس: 22)

''وہی اللہ تو ہے جو تمہیں خشکی اور سمندر میں چلاتا ہے''۔ (الفاروق، ص:374)

سیدنا عمر کی رائے نہایت صائب ہوتی تھی۔ سیدنا عبداللہ بن عمر فرماتے ہیں: ایسا اکثر ہوتا کہ سیدنا عمر جب کسی معاملہ میں یہ کہتے تھے: میرا اس کی نسبت یہ خیال ہے، تو نتیجہ وہی پیش آتا جو ان کا گمان ہوتا۔

اس سے زیادہ اصابت رائے کی دلیل اور کیا ہوگی کہ ان کی بہت سی آراء تائید الٰہی سے شریعت کے احکام بن گئیں جو آج تک قائم ہیں۔

(ایضاً)

بے حد فروتنی اور سادگی

سیدنا عمر فاروق ؓ ایک مرتبہ سخت گرمی کے موسم میں سر پر چادر اوڑھے باہر نکلے۔ سامنے دیکھا کہ ایک لڑکا گدھے پر سوار شہر کی طرف جا رہا ہے۔ آپ نے اسے آواز دی: بھئی ذرا مجھے بھی اپنے ساتھ سوار کرلو۔ لڑکا فوراً اپنے گدھے سے نیچے اتر آیا اور عرض کی امیر المؤمنین: پہلے آپ سوار ہوجائیے۔

ارشاد فرمایا: نہیں پہلے تم سوار ہوجاؤ پھر میں تمہارے پیچھے سوار ہوں گا۔ پھر فرمانے لگے: تم چاہتے ہو کہ مجھے نرم جگہ پر بٹھاؤ اور خود سخت جگہ پر بیٹھو۔ ایسا نہیں ہوگا۔ اور پھر مدینہ کے لوگوں نے نہایت تعجب سے دیکھا کہ عرب وعجم کا بے تاج حکمران مدینہ میں اس شان سے داخل ہوا کہ وہ ایک لڑکے کے پیچھے گدھے پر سوار تھا۔

(أصحاب الرسول، لمحمود المصري :157/1)

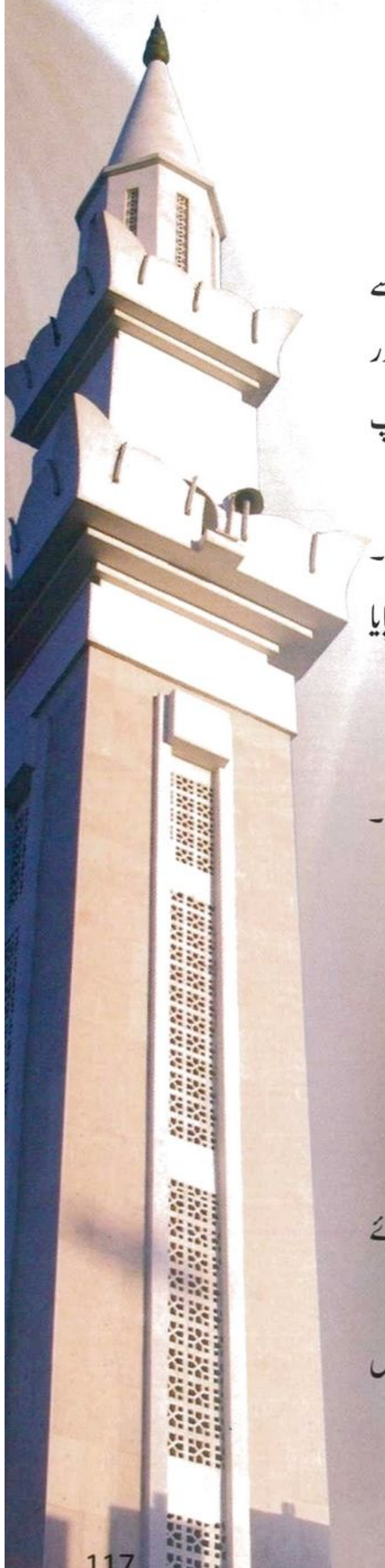

سیدنا ابوبکر صدیق ؓ کا احترام

حضرت جبیر بن نفیر فرماتے ہیں: کچھ لوگوں نے سیدنا عمر ؓ سے کہا: امیر المؤمنین! ہم نے آج تک آپ جیسا آدمی نہیں دیکھا جو اس قدر انصاف کرنے والا، سچ بولنے والا اور منافقین پر کڑی نظر رکھنے والا ہو۔ آپ رسول اللہ ﷺ کے بعد سب سے بہتر ہیں۔

یہ سن کر عوف بن مالک ؓ نے فرمایا: اللہ کی قسم! تم غلط کہہ رہے ہو۔ بلاشبہ ہم نے رسول اللہ ﷺ کے بعد ایک اور شخص کو ان سے بھی بہتر پایا ہے۔

سیدنا عمر ؓ نے فرمایا: وہ کون ہے؟

عوف بن مالک نے کہا: وہ سیدنا ابوبکر صدیق ؓ کی ذات گرامی تھی۔

سیدنا عمر ؓ نے فرمایا:

صَدَقَ عَوْفٌ وَكَذَبْتُمْ،

وَاللّٰهِ لَقَدْ كَانَ أَبُو بَكْرٍ أَطْيَبَ مِنْ رِيحِ الْمِسْكِ

''لوگو! عوف نے بالکل سچ کہا جب کہ تمہاری بات غلط ہے۔ اللہ کی قسم! ابوبکر ؓ کستوری کی خوشبو سے بھی زیادہ پاکیزہ تھے''۔

سیدنا ابوبکر ؓ سیدنا عمر ؓ سے چھ (6) سال پہلے مسلمان ہوئے تھے، اس لیے فرمایا کرتے تھے:

جب ابوبکر صدیق ؓ اسلام کے ہراول دستے میں شامل تھے، اس وقت میں اپنے اونٹ سے بھی زیادہ بھٹکا ہوا تھا۔

(مناقب عمر، لابن الجوزي: ص 14)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

امیر المؤمنین کے بیٹے کا اونٹ

سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: میں نے ایک اونٹ خریدا، میں بھی عام لوگوں کی طرح اسے بڑی چراگاہ میں چراتا رہا۔ جب اونٹ فربہ ہوگیا تو میں اسے بازار میں فروخت کرنے کے لیے لے آیا۔ یہ ایک اتفاق تھا کہ سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ بھی اس روز بازار میں داخل ہوئے۔ موٹے تازے اونٹ کو دیکھا تو پوچھا یہ اونٹ کس کا ہے؟ جواب ملا کہ یہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا ہے۔ تعجب سے کہا:

اچھا امیر المؤمنین کے بیٹے عبداللہ کا! پھر مجھ سے استفسار کرنے لگے: یہ اونٹ کہاں سے آیا؟ میں نے عرض کیا: میں نے اسے خریدا، پھر یہ عوامی چراگاہ سے مستفید ہوا۔ عام لوگوں کی طرح میرا ارادہ بھی اس سے نفع حاصل کرنے کا ہے۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: پھر لوگوں نے تیری رعایت کرتے ہوئے کہا ہوگا:

دَعُوا إِبِلَ أَمِيرِ الْمُؤْمِنِينَ،
اسْقُوا إِبِلَ أَمِيرِ الْمُؤْمِنِينَ

''امیر المؤمنین کے (بیٹے) کے اونٹ کو چرنے دو، اسے پانی پلاؤ''۔

پھر بیٹے سے مخاطب ہو کر فرمایا:

يَا عَبْدَاللَّهِ بْنَ عُمَرَ، اغْدُ إِلَى رَأْسِ مَالِكَ وَاجْعَلْ بَاقِيَهُ فِي بَيْتِ مَالِ الْمُسْلِمِينَ

''عبداللہ، اسے بیچ کر راس المال اپنے پاس رکھو اور باقی رقم مسلمانوں کے بیت المال میں جمع کراؤ''۔

(مناقب عمر لابن الجوزي: ص 158,157)

بیٹی کو تنبیہ

ایک دفعہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے پاس کچھ مال آیا۔ حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کو خبر ہوئی۔ انہوں نے عرض کیا: امیر المؤمنین! اس مال میں آپ کے اقرباء کا بھی حق ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس مال سے اقرباء کا حق متعین فرمایا ہے۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: پیاری بیٹی! میرے اقرباء کا حق میرے ذاتی مال میں ہے۔ یہ مال تو مسلمانوں کی بہتری کے لیے خرچ ہوگا۔ تم نے باپ کے مقابلے میں اقرباء کی خیر خواہی کی، اس لیے یہاں سے اٹھ جاؤ۔

(الزهد للإمام أحمد: ص 17)

اہلِ خانہ کی تربیت

سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ جب لوگوں کو کسی کام سے منع فرماتے تو فوراً گھر آتے اہلِ خانہ سے فرماتے: میں نے لوگوں کو ایک کام سے روکا ہے بلاشبہ لوگوں کی آنکھیں تمہیں اس طرح دیکھ رہی ہیں جس طرح پرندہ گوشت کے ٹکڑے کو دیکھتا ہے۔ اگر تم نے یہ کام کیا تو لوگ بھی کریں گے اور اگر تم رک گئے اور ڈر گئے تو وہ بھی ڈریں گے، اللہ کی قسم! اگر گھر کے کسی فرد کو میرے پاس اس حال میں لایا گیا کہ اس نے وہی کام کیا ہو جس سے میں نے لوگوں کو روکا ہے تو میں اسے دوگنی سزا دوں گا۔ اب تم میں سے جو چاہے اس کام سے رک جائے اور جو چاہتا ہے اس پر عمل کر کے دیکھ لے۔

(محض الصواب في فضائل عمر بن الخطاب: 893/3)

بیٹے پر سیدنا اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کو ترجیح

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ جب کوئی مال تقسیم فرماتے تو اسلام میں سبقت اور نسبت کی ترجیحات ضرور پیش نظر رکھتے۔ ایک دفعہ انہوں نے اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما کو چار ہزار (4000) اور اپنے بیٹے عبداللہ رضی اللہ عنہ کو تین ہزار (3000) درہم عطا کیے۔ عبداللہ رضی اللہ عنہ نے شکوہ کیا: والد گرامی! آپ نے اسامہ کو چار اور مجھے تین ہزار درہم دیے؟ کیا اُسامہ کو مجھ پر فضیلت حاصل ہے؟ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا بے شک، اس لیے کہ:

وہ تیری نسبت اور اس کا باپ تیرے باپ کی نسبت رسول اللہ ﷺ کو زیادہ محبوب تھے۔ لہذا میں نے رسول اللہ ﷺ کے پیارے کو اپنے پیارے پر ترجیح دی ہے۔

ایک اور روایت میں سیدنا اسامہ رضی اللہ عنہ کا حصہ (3500) بتایا گیا ہے۔

(الطبقات الكبرى، لابن سعد: 277/3، ومحض الصواب: 491/2)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اللہ کا خوف اور خشیت

سیدنا انس بن مالک ؓ فرماتے ہیں: میں ایک دن سیدنا عمر ؓ کے ساتھ تھا۔ وہ ایک باغ میں داخل ہوئے اور اندر چلے گئے میرے اور ان کے درمیان ایک دیوار حائل تھی۔ میں سن رہا تھا اندر سے ان کی آواز آ رہی تھی خطاب کے بیٹے!

لَتَتَّقِيَنَّ اللّٰهَ، أَوْ لَيُعَذِّبَنَّكَ

''اللہ سے ضرور ڈرتے رہو، ورنہ اللہ تمہیں ضرور عذاب میں مبتلا کر دے گا''۔

(موطأ الإمام مالك:992/2)

عبداللہ بن عیسی بیان کرتے ہیں کہ اللہ کے خوف سے مسلسل آنسو بہانے کی وجہ سے سیدنا عمر فاروق ؓ کے چہرے پر دو لکیریں پڑ گئی تھیں۔

سیدنا عمر فاروق ؓ فرمایا کرتے تھے: اگر آسمان سے کوئی اعلان کرے کہ ایک آدمی کے علاوہ سب لوگ جنت میں جائیں گے تو مجھے ڈر ہوگا کہیں وہ شخص میں ہی نہ ہوں۔ اسی طرح اگر کوئی آسمان سے اعلان کرے کہ ایک آدمی کے علاوہ سب لوگ جہنم میں جائیں گے تو میں اُمید رکھوں گا ہوسکتا ہے کہ وہ خوش قسمت انسان میں ہی ہوں۔

(الرياض النضرة:373/1)

ام سلیط کی قدردانی

سیدنا عمر فاروق ؓ کے دور میں فتوحات کا سلسلہ چار سو پھیلا ہوا تھا۔ بہت سارا مال غنیمت بیت المال میں جمع ہوتا رہتا تھا۔ ایک مرتبہ انہوں نے مدینہ کی عورتوں میں کچھ چادریں اور اوڑھنیاں تقسیم فرمائیں۔ ایک نہایت عمدہ اور قیمتی چادر بچ گئی۔ بعض لوگ آپ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے۔ انہوں نے مشورہ دیا:

أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ، أَعْطِ هَذَا بِنْتَ رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ الَّتِي عِنْدَكَ

''اسے رسول اللہ ﷺ کی نواسی سیدہ ام کلثوم کو دے دیں جو آپ کی زوجہ محترمہ بھی ہیں''۔

ارشاد فرمایا کہ سیدہ اُم سلیط اس چادر کی زیادہ مستحق ہیں۔ ام سلیط ؓ انصاری خاتون ہیں اور ان خوش نصیب خواتین میں سے ہیں جنہوں نے براہ راست اللہ کے رسول ﷺ کی بیعت کی سعادت حاصل کی تھی۔

سیدنا عمر کے نزدیک سیدہ اُم سلیط انصاریہ اس قیمتی چادر کی کیوں مستحق تھیں؟ اس کا جواب سیدنا عمر فاروق ؓ نے خود ہی دے دیا۔ ارشاد فرمایا:

فَإِنَّهَا كَانَتْ تَزْفِرُ لَنَا الْقِرَبَ يَوْمَ أُحُدٍ

''یہ خاتون احد کے روز ہمارے لیے مشکیزے بھر بھر کے لا رہی تھی''۔

(فتح الباري:424/7، والرحيق المختوم)

بیٹے کو تجارت کی ترغیب

عاصم بن عمر ؓ فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ سیدنا عمر ؓ نے اپنے غلام یرفأ کو مجھے بلانے کے لیے بھیجا، میں حاضر ہوگیا۔ سیدنا عمر ؓ اس وقت مسجد میں تشریف فرما تھے۔ انہوں نے اللہ کی حمد وثنا بیان فرمائی، پھر فرمایا:

میں مسلمانوں کا خلیفہ مقرر ہونے سے پہلے بیت المال سے اپنے حق کے سوا کوئی اور چیز لینا جائز نہیں سمجھتا تھا۔ خلیفہ مقرر ہونے کے بعد بھی میں بیت المال کی ہر اضافی چیز اپنے اوپر حرام سمجھتا ہوں۔ میں بیت المال کا امین ہوں۔ میں نے تجھ پر اللہ کے اس مال سے ایک مہینہ تک خرچ کیا۔ اب اس سے زیادہ میں تمہیں کچھ نہیں دوں گا۔

میں تمہیں مدینہ کے مضافاتی علاقے کے پھل بطور عطیہ دیتا ہوں کہ تم ان کو بیچ کر کسی تاجر سے مل کر تجارت کرو، منافع کماؤ اور اپنے اخراجات پورے کرو۔ عاصم فرماتے ہیں: میں نے ایسا ہی کیا۔

(طبقات ابن سعد:277/3)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن سے حسنِ سلوک

سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ ازواجِ مطہرات کی خبر گیری فرماتے تھے۔ان کے لیے مختلف اوقات میں عطیات بھجواتے رہتے تھے۔کوئی پھل یا عمدہ چیز اس وقت تک نہ کھاتے جب تک اس سے ازواج مطہرات کا حصہ نہ نکال لیتے۔وہ اپنی بیٹی اُم المومنین سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا کا حصہ آخر میں نکالتے تاکہ اگر کوئی کمی ہو تو اس میں ہو۔

ایک دفعہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے ام المؤمنین زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کو ان کا مقرر حصہ ارسال فرمایا۔جب یہ حصہ ان کے پاس پہنچا تو انہوں نے فرمایا:

غَفَرَ اللّٰهُ لِعُمَرَ، غَيْرِي مِنْ أَخَوَاتِي كَانَ أَقْوَى عَلَى قَسْمِ هَذَا مِنِّي

’’اللہ تعالیٰ عمر کی بخشش فرمائے۔میرے علاوہ دوسری ازواج اس عطیہ کی زیادہ مستحق ہیں۔

ان سے عرض کیا گیا کہ یہ سارا مال آپ ہی کے لیے ہے۔انہوں نے ’’سبحان اللہ‘‘ کہا اور اس پر ایک کپڑا ڈال دیا، پھر برزہ بنت رافع سے فرمایا: تم اپنے ہاتھ سے اس مال سے ایک ایک مٹھی نکالو اور فلاں اور فلاں کے گھروں میں دے آؤ۔ام المؤمنین نے اس سلسلے میں اپنے بعض رشتہ داروں اور یتیموں کے نام بھی لیے۔برزہ نے اسے تقسیم کرنا شروع کر دیا حتی کہ کپڑے کے نیچے تھوڑا سا مال رہ گیا۔برزہ نے عرض کیا: ام المؤمنین! اللہ آپ کی بخشش فرمائے بلاشبہ ہمارا بھی اس میں حق ہے۔ام المؤمنین نے ارشاد فرمایا: تمہارے لیے وہ ہے جو اس کپڑے کے نیچے ہے۔برزہ فرماتی ہیں: جب ہم نے کپڑا اٹھایا تو وہاں ہم نے پچاسی درہم پائے۔

اس کے بعد ام المؤمنین نے مال کے فتنہ سے بچنے کی خاطر اللہ تعالیٰ سے ایک دعا مانگی۔انہوں نے آسمان کی طرف ہاتھ اُٹھا دیے اور عرض کیا:

اللَّهُمَّ لَا يُدْرِكْنِي عَطَاءٌ لِعُمَرَ بَعْدَ عَامِي هَذَا

’’اے اللہ! اس سال کے بعد مجھے عمر رضی اللہ عنہ کا عطیہ نصیب نہ ہو‘‘۔

چنانچہ ام المؤمنین سیدہ زینب رضی اللہ عنہا امیر المؤمنین کی طرف سے اگلے سال کا عطیہ آنے سے قبل ہی وفات پا گئیں۔یہ پہلی زوجہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم تھیں جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد فوت ہوئیں۔ازواج مطہرات کی عزت واکرام کے بارے میں خود سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: سیدنا عمر رضی اللہ عنہ ہمارے حصے کے سری پائے تک ہمیں بھجوا دیا کرتے تھے۔

(الطبقات لابن سعد: 109/8)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ اور ان کی اولاد کی توقیر

سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ آل رسول ﷺ سے تعلق رکھنے والے افراد کا بہت زیادہ احترام کرتے، حتی کہ انہیں اپنے حقیقی بیٹوں اور رشتہ داروں سے بڑھ کر محبوب رکھتے تھے۔ آیئے اس سلسلے میں ان کے حسن سلوک کا ایک واقعہ پڑھتے ہیں:

سیدنا حسین بن علی رضی اللہ عنہما بیان فرماتے ہیں: ایک دن مجھ سے سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے کہا: میرے پیارے بیٹے! آپ ہمارے پاس کیوں نہیں آیا کرتے؟ چنانچہ میں ایک دن ان سے ملاقات کے لیے گیا تو معلوم ہوا وہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ تنہائی میں کسی اہم معاملے پر گفتگو کر رہے ہیں۔ اُن کے بیٹے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بھی اجازت نہ ملنے کی وجہ سے دروازے ہی پر کھڑے تھے۔ میں یہ دیکھ کر واپس آ گیا کہ جب بیٹے کو ملاقات کی اجازت نہیں ملی تو میری باری کہاں آئے گی۔

چند دن گزرے تو سیدنا حسین کی امیر المؤمنین سے ملاقات ہوئی۔ سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے پوچھا: بیٹے! آپ آئے نہیں؟ میں نے عرض کیا: میں حاضر تو ہوا تھا، مگر آپ معاویہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ کسی میٹنگ میں تھے۔ میں نے عبداللہ رضی اللہ عنہ کو دروازے پر دیکھا تو پلٹ آیا۔ یہ سن کر سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

أَنْتَ أَحَقُّ بِالإِذْنِ مِنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عُمَرَ،

فَإِنَّمَا أَنْبَتَ مَا تَرَى فِي رُؤُوسِنَا، اللّٰهُ ثُمَّ أَنْتُمْ

"آپ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے زیادہ اجازت دیے جانے کے مستحق ہیں۔ ہمارے سر پر جو عزت کا تاج ہے، وہ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم اور اس کے بعد تم اہل بیت رضی اللہ عنہم کی وجہ سے ہے"۔

(المرتضى للندوي: 118، والإصابة في تمييز الصحابة لابن حجر: 133/1)

صدقے کے اونٹوں کی خدمت

ایک دفعہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے پاس عراق سے ایک وفد آیا۔ اس میں احنف بن قیس رضی اللہ عنہ بھی شامل تھے۔ شدید گرمی کا موسم تھا اور سیدنا عمر رضی اللہ عنہ چادر سر پر لپیٹے صدقے کے ایک اونٹ کو گندھک ملا تیل مَل رہے تھے۔ ارشاد فرمایا: احنف! تم بھی کپڑے بدل کر آ جاؤ اور میری مدد کرو، فَإِنَّهُ إِبِلُ الصَّدَقَةِ، فِيهِ حَقُّ الْيَتِيمِ وَالْأَرْمَلَةِ وَالْمِسْكِينِ۔ "یہ صدقے کا اونٹ ہے جس میں یتیم، مسکین اور بیوہ کا حق ہے"۔

ایک آدمی نے کہا: امیر المؤمنین! اللہ آپ کی مغفرت فرمائے آپ کسی غلام کو حکم کیوں نہیں دیتے کہ وہ یہ کام کرے؟ انہوں نے فرمایا:

وَأَيُّ عَبْدٍ هُوَ أَعْبَدُ مِنِّي وَمِنَ الْأَحْنَفِ؟

"مجھ سے اور احنف سے بڑا غلام اور کون ہو سکتا ہے؟ جو شخص بھی کسی رعایا کا والی بنے اس کی حیثیت عوام کے سامنے ایسی ہے جس طرح خیر خواہی اور امانت داری کے سلسلے میں ایک غلام کی آقا کے سامنے ہوتی ہے۔

(أخبار عمر: ص 343)

فخر و غرور سے نفرت

سیدنا عروہ بن زبیر سیدہ اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہما کے صاحبزادے تھے۔ ایک دن کسی کام سے نکلے تو دیکھا کہ امیر المؤمنین سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اپنے کندھے پر پانی کا مشکیزہ اٹھایا ہوا تھا۔ دل میں خیال آیا کہ امیر المؤمنین اور پانی کا مشکیزہ؟

آگے بڑھ کے عرض کی: امیر المؤمنین! یہ کام آپ کی شخصیت کے شایان شان نہیں ہے۔ انہوں نے عروہ کی طرف دیکھا اور فرمایا: میرے پاس باہر سے کچھ لوگ آئے۔ انہوں نے میرے سامنے اپنی اطاعت اور فرمانبرداری کا اظہار کر دیا۔ میرے دل میں کچھ فخر سا آ گیا کہ میں کتنا بڑا آدمی ہوں۔ لوگ میری اطاعت کرتے ہیں۔ پھر میں نے اپنا مزاج درست کرنے کے لیے کندھے پر پانی کا مشکیزہ رکھ لیا۔

(مدارج السالكين: 330/2)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے محبت

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے بیٹے عبداللہ رضی اللہ عنہ سے بھی بہت محبت رکھتے تھے۔ اوران کی صلاحیتوں کے معترف تھے۔ اس کا ثبوت یہ تھا کہ وہ انہیں بدری صحابہ جیسے اکابرین کی صف میں شامل فرماتے تھے، حالانکہ دیگر کئی افراد ابن عباس رضی اللہ عنہما کی عمر کے برابر تھے لیکن ان جیسا اکرام کسی کو نصیب نہ ہوا۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے ہاں ان کی واضح فضیلت اور علمی مرتبے کی ہمیشہ قدردانی رہی۔

سیدنا عبداللہ بن عباس خود بیان کرتے ہیں کہ سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ مجھے غزوہ بدر میں شرکت کرنے والے اکابر صحابہ کے ساتھ بٹھاتے تھے۔ بعض صحابہ رضی اللہ عنہم نے اعتراض بھی کیا کہ آپ اس نوجوان کو ہماری مجلس میں جگہ دیتے ہیں، حالانکہ یہ ہمارے بچوں کی عمر کا ہے۔ سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے جواب دیا: اس کا شمار ان لوگوں میں ہوتا ہے جنہیں تم اچھی طرح جانتے ہو، پھر ایک دن سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے تمام کبار صحابہ رضی اللہ عنہم کو بلایا۔ مجھے بھی بلاوے کا پیغام بھیجا۔ مجھے یقین تھا کہ آج انہوں نے مجھے صرف اس لیے بلایا ہے تا کہ تمام مشائخ صحابہ رضی اللہ عنہم کو میرے علم سے روشناس کراسکیں۔ تمام بڑے بڑے اکابر صحابہ تشریف لے آئے۔

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے ان سب سے سوال کیا کہ تم اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد عالی کے بارے میں کیا جانتے ہو؟

﴿إِذَا جَآءَ نَصۡرُ ٱللَّهِ وَٱلۡفَتۡحُ ۝١ وَرَأَيۡتَ ٱلنَّاسَ يَدۡخُلُونَ فِي دِينِ ٱللَّهِ أَفۡوَاجٗا ۝٢ فَسَبِّحۡ بِحَمۡدِ رَبِّكَ وَٱسۡتَغۡفِرۡهُۚ إِنَّهُۥ كَانَ تَوَّابَۢا ۝٣﴾

''(اے نبی ﷺ!) جب اللہ کی مدد اور فتح آجائے۔ اور آپ لوگوں کو دیکھیں کہ وہ اللہ کے دین میں گروہ در گروہ داخل ہو رہے ہیں تو آپ اپنے رب کی حمد کے ساتھ تسبیح کیجیے اور اس سے بخشش مانگیے، بلاشبہ وہ بہت توبہ قبول کرنے والا ہے''۔

بعض صحابہ نے کہا: جب اللہ کی نصرت اور فتح ہمیں حاصل ہوگئی تو اللہ سے استغفار اور اس کی حمد بیان کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ بعض صحابہ خاموش رہے۔ اور بعض نے لاعلمی کا اظہار کیا۔ اب سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے مجھ

سے مخاطب ہو کر فرمایا: ابن عباس رضی اللہ عنہما! کیا آپ کا بھی یہی جواب ہے؟ میں نے عرض کیا: جی نہیں! تو انہوں نے فرمایا: پھر آپ کیا کہتے ہیں؟

میں نے عرض کیا کہ اس سورت میں رسول اللہ ﷺ کی وفات کا تذکرہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبر کو اطلاع دی ہے کہ جب اللہ تعالیٰ کی مدد آجائے، مکہ فتح ہو جائے تو یہ آپ ﷺ کی وفات قریب ہونے کی علامت ہے، لہٰذا آپ کثرت سے اللہ کی حمد بیان کیجیے اور گناہوں کی بخشش طلب فرمائیے۔ وہ بلاشبہ توبہ قبول فرمانے والا ہے۔

یہ سن کر سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے مجھ سے کہا: میں بھی اس سورت کے بارے میں وہی جانتا ہوں جو تم جانتے ہو۔

(بخاری:4294، العقیدۃ فی اھل البیت بین الافراط و التفریط، ص:325,324)

سیدنا عبداللہ بن عباس کا علمی مقام و مرتبہ

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کو اپنے پاس بلاتے اپنے قریب جگہ دیتے اور فرماتے: میں نے ایک دن رسول اللہ ﷺ کو اس عالم میں دیکھا کہ انہوں نے تجھے بلایا، تیرے سر پر ہاتھ پھیرا اور فرمایا:

اللَّهُمَّ! فَقِّهْهُ فِي الدِّينِ وَ عَلِّمْهُ التَّأْوِيلَ

''اے اللہ! اسے دین کی سمجھ اور تفسیر کا علم عطا فرما''۔

حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے:

نِعْمَ تَرْجُمَانُ الْقُرْآنِ عَبْدُاللّٰهِ بْنُ عَبَّاسٍ

عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما قرآن کریم کے بہت عمدہ ترجمان ہیں۔

جب عبداللہ بن عباس ان کے پاس آتے تو فرماتے تھے:

جَاءَ فَتَى الْكُهُولِ وَ ذُواللِّسَانِ السَّؤُولِ وَالْقَلْبِ الْعَقُولِ

''وہ آگیا جو نوجوان شیخ ہے، بے دھڑک سوال کرنے والی زبان رکھتا ہے، اور سمجھدار دل کا حامل ہے''۔

(البدایة والنهایة:202/8)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وفاداری کا صلہ

اسلم سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے خادم تھے ان کی کوشش ہوتی کہ وہ ان کے ساتھ ساتھ رہیں۔ایک دن وہ ان کے ساتھ بازار کی طرف گئے۔راستے میں سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کو ایک خاتون ملی۔اس نے کہا: امیر المؤمنین! میرا خاوند فوت ہو گیا ہے۔اس نے اپنے پیچھے چھوٹے چھوٹے بچے چھوڑے ہیں۔اللہ کی قسم! ان کے پاس نہ کھیتی ہے، نہ اونٹنی ہے، پکانے کے لیے بکری کا کھر تک نہیں ہے۔مجھے ڈر ہے کہ انہیں قحط سالی ہلاک کر دے گی۔

پھر اس عورت نے اپنا تعارف کرواتے ہوئے بتایا: میں خفاف بن ایماء غفاری کی بیٹی ہوں۔میرے والد صاحب حدیبیہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ موجود تھے۔سیدنا عمر رضی اللہ عنہ اس کی بات سنتے رہے، پھر ارشاد فرمایا: مَرْحَبًا بِنَسَبٍ قَرِيبٍ۔ ''واہ! یہ تو بڑا قریبی تعلق ہے۔خوش آمدید!''۔

پھر گھر تشریف لے گئے اور گھر میں بندھے ہوئے ایک طاقتور اونٹ پر دو (2) بورے ڈالے، ان میں کھانے پینے کی چیزیں بھریں۔کچھ نقدی اور کپڑے بھی رکھے، پھر اس کی نکیل اس عورت کے سپرد کی اور فرمایا: اسے لے جاؤ، اس کے ختم ہونے سے پہلے اللہ تعالیٰ تمہارے دن پھیر دے گا۔

ایک آدمی نے کہا: امیر المؤمنین! آپ نے تو اسے بہت زیادہ سامان دے دیا۔

ارشاد فرمایا:

وَاللّٰهِ! إِنِّي رَأَيْتُ أَبَا هٰذِهِ وَأَخَاهَا قَدْ حَاصَرَا حِصْنًا زَمَانًا،
فَافْتَتَحَاهُ ثُمَّ أَصْبَحْنَا نَسْتَفِيءُ سُهْمَانَهُمَا فِيهِ

''میں نے اس کے باپ اور بھائی کو اس حالت میں دیکھا تھا کہ انہوں نے ایک قلعے کا لمبے عرصے تک محاصرہ کیا، پھر ان دونوں نے اسے فتح کر لیا۔جب صبح ہوئی تو ہم مال فے میں سے ان کا حصہ وصول کر رہے تھے''۔

(صحيح البخاري، حديث: 4160، 4161، وأصحاب الرسول، لمحمود المصري: 1/177)

مطلب یہ تھا کہ اس خاتون کے باپ اور بھائیوں کی اسلام کے لیے جس قدر خدمات ہیں ان کے مقابلے

میں ہم اس خاتون کو کچھ نہیں دے رہے۔

یہ واقعہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی ہر اس آدمی سے وفاداری پر دلالت کرتا ہے جسے اسلام میں سبقت حاصل تھی چاہے وہ مسلمان ہونے والا کوئی بچہ تھا یا کوئی عورت۔موجودہ دور میں اکثر لوگوں کے ہاں اس نوعیت کی وفاداری کا فقدان ہے جبکہ ہمیں آج ایسی وفاداری کی اشد ضرورت ہے۔

امانت کا شدید احساس

ایک دفعہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے پاس بحرین سے کستوری اور عنبر کی ایک مقدار آئی۔کہنے لگے: میری خواہش ہے کہ اگر کوئی عورت وزن کا اندازہ کرنے میں ماہر ہو تو وہ مجھے بتائے کہ اس کا وزن کیا ہے؟ میں اسے مسلمانوں میں تقسیم کرنا چاہتا ہوں۔سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی بیوی عاتکہ بنت زید بن عمرو بن نفیل نے عرض کیا: یہ کام تو میں خود بہتر طریقے سے کر سکتی ہوں۔لائیے میں وزن کیے دیتی ہوں۔

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: نہیں، بیوی نے پوچھا: کیوں؟ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: مجھے خدشہ ہے کہ تو اس کستوری اور عنبر کو ہاتھ پر رکھے گی، پھر تو اس طرح کرے گی۔سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے اپنی انگلیاں کنپٹی پر رکھ کر اشارے سے وضاحت فرمائی، پھر فرمایا کہ تو یہ خوشبو اپنی گردن پر بھی مَل لے گی۔اس طرح تجھے دیگر مسلمانوں سے زیادہ حصہ مل جائے گا۔

یہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی پرہیزگاری اور امور دینیہ میں کامل احتیاط کی ایک لازوال مثال ہے۔انہوں نے اپنی بیوی کو یہ خوشبو صرف اس لیے نہیں تولنے دی کہ کہیں وہ خوشبو تولتے وقت اتفاقاً اپنی انگلیاں کان یا گردن سے نہ پونچھ لے۔اس طرح وہ مسلمانوں کے مال کو بلا اجازت استعمال کرنے کی مرتکب ٹھہرے گی۔یہ انتہائی باریک بینی کی بات ہے۔ایسی معمولی باتوں میں بھی احتیاط کرنا انہی لوگوں کا خاصہ ہے جن کے پیش نظر ہمیشہ آخرت کی زندگی رہتی تھی۔یہ لوگ ایسی مثال بن گئے جن کے اعمال کو سامنے رکھ کر حلال و حرام اور حق و باطل کے درمیان فرق واضح کیا جا سکتا ہے۔

(الزهد، للإمام أحمد: ص 11)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عہد فاروقی میں عورتوں کا مرتبہ ومقام

خلفائے راشدین کے عہد زرّیں میں عورت کو بہت عزت وقار حاصل تھا۔ اسلام نے عرب کے جاہلی معاشرے کی گری پڑی عورت کو نہایت معزز اور عالی رتبہ بنا دیا، چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ خلافتِ راشدہ کے عہدِ مبارک میں بہت سی خواتین فکری، ادبی اور تجارتی میدانوں میں سرگرمِ عمل تھیں۔

سیدہ عائشہ صدیقہ، ام سلمہ، حبیبہ بنت ام حبیبہ، اروی بنت کریز بن عبد شمس اور اسماء بنت سلمہ تمیمیہ جیسی بلند پایہ خواتین نے قرآن کریم، حدیث، فقہ، ادب اور فتاویٰ میں بلند مقام حاصل کیا۔ ان کے مقابلے میں ہند اور خنساء جیسی عورتوں نے شعر گوئی میں مہارت حاصل کی۔ اسی طرح بہت سی معزز خواتین کاروبار اور تجارت کے امور بھی چلاتی تھیں۔

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ عورت کی بڑی تعظیم کرتے تھے۔ انہیں خوب معلوم تھا کہ خواتین انسانیت کا حساس اور باشعور طبقہ ہیں۔ ان میں غور وفکر کی صلاحیتیں موجود ہیں۔ وہ جس طرح مرد حضرات سے مشورہ طلب فرماتے اسی طرح عورتوں سے بھی مشورہ طلب کرتے تھے۔ وہ شفاء بنت عبداللہ عدویہ کی رائے کو بڑی اہمیت دیتے تھے اور اِسے مقدم رکھتے تھے۔ (شهيد المحراب: ص 205)

قارئین کرام: غور وفکر کا مقام ہے کہ امیر المؤمنین سیدنا عمر رضی اللہ عنہ جیسے عالی مرتبت حکمران خواتین سے بعض ریاستی معاملات میں مشورہ لیتے تھے اور ان کی رائے کو اختیار بھی کرتے تھے۔ اسلام نے جب خواتین کو مشورہ دینے کا حق عطا کر دیا ہے تو ان کے لیے اس امر کا کوئی جواز باقی نہیں رہتا کہ وہ اپنے حقوق حاصل کرنے کے لیے کوئی غیر اسلامی طریقہ تلاش کریں۔

سرِ راہ عورت سے گفتگو پر سرزنش

سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی بہت ساری خوبیوں میں سے ایک یہ بھی تھی کہ وہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا فریضہ مسلسل ادا کرتے رہتے تھے۔ ہاتھ میں علامتی طور پر درہ ہوتا تھا۔ برائی جہاں دیکھتے فوراً زبان یا ہاتھ سے اس کی اصلاح کر دیتے۔ انہوں نے لوگوں کے جسموں پر ہی نہیں دلوں پر بھی حکمرانی کی۔ آیئے ان کی مبارک زندگی کی ایک جھلک اس واقعہ میں دیکھتے ہیں۔

سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ راستے سے گزر رہے تھے۔ دیکھا کہ ایک آدمی سرِ راہ ایک عورت سے گفتگو کر رہا ہے۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے اسے درہ مارا۔ اس نے عرض کیا:

امیر المؤمنین! یہ میری بیوی ہے۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تو اپنی بیوی کے ساتھ راستے میں کیوں کھڑا ہے؟ اور لوگوں کو اپنی ذاتی گفتگو کی طرف کیوں متوجہ کر رہا ہے؟ اس نے عرض کیا: اے امیر المؤمنین! ہم ابھی ابھی مدینہ میں داخل ہوئے ہیں اور مشورہ کر رہے ہیں کہ قیام کہاں کریں۔

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے یہ سن کر درہ اس کی طرف بڑھا دیا اور فرمایا:

اقْتَصَّ مِنِّي يَا عَبْدَاللّٰهِ۔

”اے اللہ کے بندے! مجھ سے قصاص لے لے“۔

اس شخص نے کہا: میں آپ کی رضا کے لیے قصاص چھوڑتا ہوں۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: یہ درہ پکڑ اور قصاص لے۔ تیسری دفعہ کہنے پر اس آدمی نے کہا: میں نے اللہ کے لیے معاف کیا۔ اب سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

لِلّٰهِ لَكَ فِيهَا۔

”تیرے لیے اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ درہ ثواب کا سبب بن گیا“۔

(أخبار عمر: ص 190)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بیت المال کے قرض سے گریز

بعض اوقات سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کسی ضرورت کے لیے بیت المال سے قرض لیتے، مگر کئی دفعہ تنگ دستی کے باعث قرض کی ادائیگی میں دیر ہو جاتی۔ بیت المال کا انچارج آپ کے پاس آکر شدت سے قرض کی واپسی کا مطالبہ کرتا تو سیدنا عمر رضی اللہ عنہ اس کے سامنے عذر پیش کرتے اور مالِ غنیمت وغیرہ میں مسلمانوں کے حصے میں اپنے لیے مقرر ہونے والے حصے کے آنے تک قرض کی واپسی کو مؤخر کرتے، پھر اس حصے میں سے اپنے قرض کی ادائیگی کرتے۔

اس سب کے باوجود آپ بیت المال سے قرض لینے سے ڈرتے تھے۔ صرف اسی صورت میں بیت المال کی طرف رجوع کرتے اگر اپنے کسی ساتھی سے قرض نہ مل پاتا۔ ایک مرتبہ آپ نے شام کی طرف ایک تجارتی قافلہ روانہ کرنے کے لیے سیدنا عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ سے چار ہزار درہم لینے کے لیے آدمی بھیجا۔ وہ آدمی یہ پیغام لے کر واپس لوٹا کہ آپ یہ رقم بیت المال سے حاصل کر لیجیے، بعد میں واپس کر دیجیے گا۔ یہ جواب سیدنا عمر رضی اللہ عنہ پر بہت گراں گزرا۔ آپ اُن سے ملے اور اُن سے اس بات کی تصدیق کرنے کے بعد فرمایا: اگر میں قافلے کی واپسی سے پہلے مر جاؤں اور تم کہہ دو کہ یہ مال امیر المؤمنین نے بیت المال سے لیا تھا، اسے اُنھی کے ذمے چھوڑ دو اور اس وجہ سے میں قیامت کے دن پکڑ لیا جاؤں تو کیا یہ مناسب ہے؟ ہرگز نہیں۔ میں نے ارادہ کیا تھا کہ آپ جیسے کسی تگڑے آدمی سے ادھار لوں جو میرے مرنے کے بعد میرے ورثاء سے وصول کرنے کی طاقت اور صلاحیت رکھتا ہو۔

آخر کار وہی ہوا جس کا آپ کو اندیشہ تھا کہ آپ کی موت کا وقت تمام قرضے ادا کرنے سے پہلے ہی آ گیا لیکن بڑے بڑے کاموں میں مشغول رہنے کے باوجود انہیں موت کبھی بھولنے نہیں پائی۔ وہ اپنے ورثاء کو اپنے قرضوں کے بارے میں جانچ پڑتال اور ان کی ادائیگی کی صورتوں کے بارے میں بتانے سے غافل نہ رہے۔ آپ نے ایک روز اپنے بیٹے سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کو بلا کر انہیں وصیت فرمائی: اگر عمر کے گھر والوں کا مال قرض کو پورا کر دے تو ان کے اموال سے یہ قرض ادا کر دینا، ورنہ بنو عدی سے پوچھنا۔ اگر ان کے اموال بھی اس قرض کو پورا نہ کر سکیں تو قریش سے سوال کرنا، البتہ قریش کے علاوہ کسی کے پاس نہ جانا۔ سیدنا عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ اس وقت موجود تھے۔ انہوں نے تجویز دیتے ہوئے اشارہ کیا کہ آپ بیت المال سے مطلوبہ رقم ادھار لے کر اپنا قرض ادا کر لیں، پھر اسے ادا کر دیا جائے! سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے یہ مشورہ قبول نہیں فرمایا، بلکہ اپنے فرزند عبداللہ کو بلا کر فرمایا: میرا سارا قرض اپنے ذمے لو۔ انہوں نے تمام قرض اپنے ذمے لے لیا اور اس کو پورا کرنے کا وعدہ بھی کر لیا۔ جب سیدنا عمر پر بدبخت ابولؤلؤ فیروز مجوسی نے حملہ کیا اور آپ شہادت کے مقام پر فائز ہو گئے تو عبداللہ نے اپنے والد کے دفن ہونے سے پہلے اہل شوریٰ اور بہت سے انصاری صحابہ کو اس قرض کے اپنے ذمے ہونے پر گواہ بنا لیا، پھر ابھی ہفتہ نہ گزرا تھا کہ انہوں نے یہ مال فراہم کر کے خلیفۃ المسلمین سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے سپرد کر دیا اور اس قرض کی ادائیگی پر کئی گواہ بھی قائم کر لیے۔ اس قرض کو پورا کرنے کے لیے انہیں اپنے والد گرامی کا ایک گھر بیچنا پڑا۔ ایک عرصے تک اس گھر کو دار القضاء کے نام سے یاد کیا جاتا رہا کہ یہ وہ گھر ہے جو سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے قرض کو پورا کرنے کے لیے بیچا گیا تھا۔

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کا مقروض ہونے کی حالت میں فوت ہونا اور بعد میں ان کا قرض ادا کر دیا جانا یہ زیادہ عزت وشرف والی بات ہے۔

(عبقریة عمر، ص: 216)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مجاہدین کی ڈاک

محاذ جنگ سے مجاہدین کی ڈاک آتی تو سیدنا عمر رضی اللہ عنہ اسے بہت توجہ سے دیکھتے اور مجاہدین کے لکھے ہوئے خطوط کو خود ان کے گھروں تک پہنچاتے اور اہل خانہ سے فرماتے:

تمہارے خاوند اللہ تعالیٰ کے راستے میں ہیں اور تم رسول اللہ ﷺ کے شہر میں ہو۔ اگر تم خود یہ خطوط پڑھ سکتی ہو تو ٹھیک ہے ورگرنہ دروازے کے قریب کھڑی ہو جاؤ میں تمہیں یہ خطوط پڑھ کر سنا دیتا ہوں، پھر ان سے فرماتے کہ محاذ سے آنے والا ڈاکیا فلاں دن واپس چلا جائے گا۔ تم اِن خطوط کے جواب لکھ دو تا کہ تمہارے خاوندوں تک پہنچا دیے جائیں، پھر سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کاغذ اور دوات کا انتظام اپنے ساتھ رکھتے جو خواتین لکھنا نہیں جانتی تھیں ان سے فرماتے: یہ کاغذ اور دوات موجود ہے تم دروازے کے قریب ہو جاؤ اور لکھواؤ، میں ابھی تمہارے خطوط لکھے دیتا ہوں۔ اس طرح اپنے عہد کا یہ سب سے بڑا فرمانروا ان تمام گھروں سے خطوط حاصل کر کے ان کے شوہروں کے پاس محاذ جنگ پر ارسال کر دیتا تھا۔

(أخبار عمر: ص 339، وسراج الملوك: ص 109)

شہید بیٹوں کا وظیفہ ان کی ماں کے نام

سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے دور میں مجاہدین کو باقاعدہ وظیفہ ملتا تھا۔ سیدہ خنساء بنت عمرو کے چاروں بیٹے جنگ قادسیہ میں شہید ہو گئے۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کو خبر ہوئی تو حکم دیا کہ ان چاروں کا وظیفہ ان کی والدہ سیدہ خنساء کو دیا جائے اور ان کی وفات تک اسے جاری رکھا جائے۔ چنانچہ سیدہ خنساء اپنے ہر بیٹے کی طرف سے دو سو درہم ماہانہ حاصل کرتی رہیں یہاں تک کہ وہ اس دار فانی سے رخصت ہو گئیں۔

(الإدارة العسكرية في الدولة الإسلامية، للدكتور سليمان آل كمال: 2/764)

مجاہدین کے گھرانوں کی سرپرستی

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ ہمیشہ احساسِ ذمہ داری سے سرشار رہتے تھے۔ وہ اپنے آپ کو اپنی رعایا کا سرپرست سمجھتے تھے۔ وہ ان عورتوں کے دروازوں تک پہنچتے تھے جن کے خاوند جہاد پر جانے کی وجہ سے گھروں میں موجود نہ ہوتے۔ وہ اہل خانہ سے دریافت فرماتے: کیا تمہاری کوئی ضرورت ہے یا تم میں سے کوئی کچھ خریدنا چاہتی ہے؟ فرماتے تھے: مجھے ڈر ہے کہیں تم خرید و فروخت میں دھوکے کا شکار نہ ہو جاؤ۔ عورتیں اپنی لونڈیوں کو ساتھ کر دیتیں۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ بازار تشریف لے جاتے تو ان کے پیچھے بہت سے غلام اور لونڈیاں ہوتیں۔ وہ سب کے لیے ان کا ضروری سامان خرید لیتے۔ اگر کسی کے پاس پیسے نہ ہوتے تو اپنی جیب سے اس کے لیے خریداری کر لیتے تھے۔

(أخبار عمر: ص 339)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہند بنت عتبہ کی گواہی

ہند بنت عتبہ بن ربیعہ زمانہ جاہلیت کی ممتاز خواتین میں سے تھی۔ مسلمان ہونے سے قبل اس کی اسلام سے شدید نفرت اور دشمنی کسی سے ڈھکی چھپی نہیں۔ یہ وہی خاتون ہے جس نے احد کے میدان میں سید الشہداء جناب امیر حمزہ بن عبدالمطلب کا مثلہ کیا تھا۔ ان کا کلیجہ چبایا اور اسے پھینک دیا۔ اس کے جرائم کی تفصیل بڑی لمبی ہے۔ پھر ایک دن بتوں کی اس بیچاری عورت پر خالق کائنات کو رحم آ گیا۔ فتح مکہ کے موقع پر اس نے اسلام قبول کر لیا اور اپنے ہاتھوں سے بتوں کو توڑا۔ اسلام بھی کتنا معاف اور درگزر کر دینے والا مذہب ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے اس کو معاف کر دیا اور اس کی بیعت قبول کر لی۔ اسلام میں داخل ہونے کے بعد اس سے بہت اچھا سلوک روا رکھا گیا۔

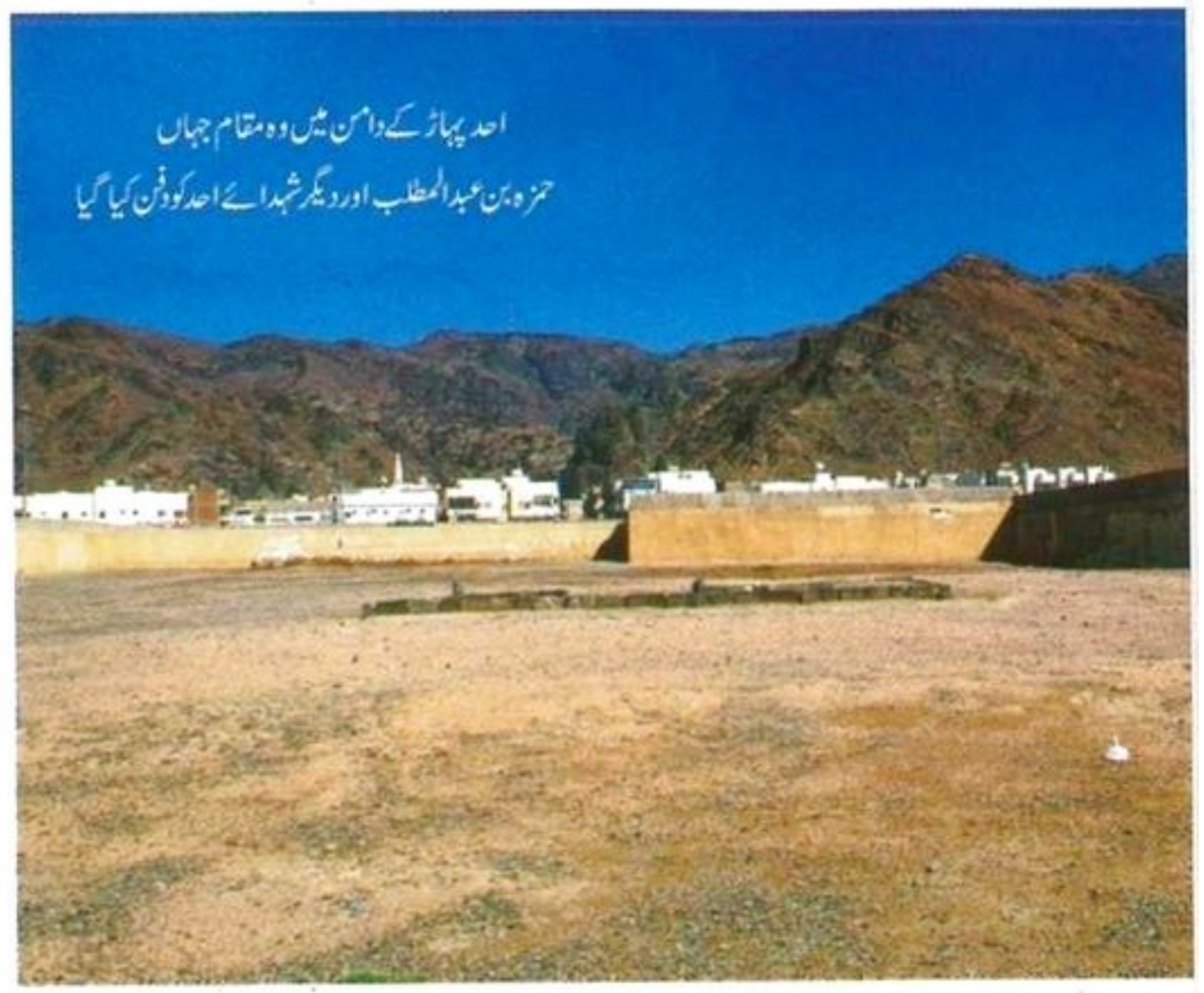

زمانہ جاہلیت میں ابوسفیان رضی اللہ عنہ سے پہلے ہند کا شوہر حفص بن مغیرہ تھا۔ یہ شخص خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کا چچا تھا۔ ہند قریش کی خوبصورت ترین اور نہایت سمجھدار خاتون تھیں۔ ایک وقت آیا کہ انہیں ابوسفیان نے بھی طلاق دے دی۔ انہوں نے بیت المال سے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی وساطت سے چار ہزار درہم ادھار لیے اور بنوکلاب کے علاقے میں جا کر تجارت شروع کر دی۔ اُن کا بیٹا معاویہ رضی اللہ عنہ، جوان دنوں شام کا گورنر تھا ان سے ملنے کے لیے آیا تو ہند نے کہا:

أَيْ بُنَيَّ إِنَّهُ عُمَرُ وَإِنَّمَا يَعْمَلُ لِلّٰهِ

’’پیارے بیٹے! بلاشبہ یہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ ہیں جو محض اللہ کی رضا جوئی کے لیے کام کرتے ہیں‘‘۔

(تاريخ الإسلام، عهد الخلفاء الراشدين للإمام الذهبي: ص 298، 299)

سیدہ خولہ بنت ثعلبہ رضی اللہ عنہا
اور سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ

ایک مرتبہ سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ مسجد سے نکلے۔ ان کے ساتھ ان کے خادم جارود رضی اللہ عنہ بھی تھے۔ اچانک راستے میں سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے سامنے ایک عورت آئی۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے اس عورت کو سلام کیا۔ اس نے جواب دیا اور کہا:

اے عمر! میں تمہیں اس وقت سے جانتی ہوں جب تم عکاظ کی منڈی میں عمیر کے نام سے پکارے جاتے تھے۔ تم اپنی لاٹھی سے بچوں کو ڈراتے اور پریشان کرتے تھے۔ پھر تمہیں لوگ عمر کہنے لگے، آج عالم یہ ہے کہ تم امیر المؤمنین بن گئے ہو۔ اپنی رعایا کے بارے میں اللہ سے ڈرتے رہنا۔ جان لو کہ جو وعید سے ڈر گیا، دُور ہونے والی چیز بھی اس کے قریب ہو جائے گی اور جو موت سے ڈرتا رہا وہ دنیا کے ہاتھ سے جانے پر غمزدہ رہے گا۔

جارود نے کہا: بی بی! اب بس بھی کرو تم نے امیر المؤمنین کے خلاف بہت باتیں کر لیں۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

دَعْهَا أَمَا تَعْرِفُ هَذِهِ؟ هِيَ خَوْلَةُ بِنْتُ ثَعْلَبَةَ الَّتِي سَمِعَ اللّٰهُ قَوْلَهَا مِنْ فَوْقِ سَبْعِ سَمَاوَاتٍ، فَعُمَرُ أَحَقُّ أَنْ يَسْمَعَ لَهَا

’’جارود! اسے مت روکو۔ کیا تم اس خاتون کو نہیں جانتے؟ یہ خولہ بنت ثعلبہ ہے جس کی بات اللہ تعالیٰ نے سات آسمانوں کے اوپر سے سنی تھی، عمر پر فرض عائد ہوتا ہے کہ اس خاتون کی بات سُنے‘‘۔

(محض الصواب في فضائل أمير المؤمنين عمر بن الخطاب: 3/777)

سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا مشہور ارشاد ہے:

لَا تَنْظُرُوا إِلَى صَلَاةِ امْرِئٍ، وَلَا صِيَامِهِ وَلَكِنِ انْظُرُوا إِلَى عَقْلِهِ وَصِدْقِهِ

’’آدمی کے نماز روزے کو دیکھ کر اس کے بارے میں فیصلہ نہ کرو بلکہ اس کی سمجھداری اور سچائی کی طرف دھیان دو‘‘۔ (عمر بن الخطاب، لصالح بن عبدالرحمن بن عبدالله: ص 66)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ میں فرق

معروف عربی ادیب محمود عباس العقاد کہتے ہیں: سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ اور سیدنا عمر رضی اللہ عنہ میں یہ فرق ہے کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ نے محمد ﷺ کی شخصیت سے نبی ﷺ کو پہچانا' جبکہ سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے نبی ﷺ کے ذریعے محمد ﷺ کی معرفت کا سفر طے کیا۔

ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نبوت سے پہلے بھی نبی کریم ﷺ کے قریبی دوست تھے۔ آپ کی سیرت و کردار سے بخوبی آگاہ تھے۔ لیکن سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی نبوت سے پہلے آپ سے زیادہ جان پہچان نہیں تھی۔ سیدنا عمر کو اسلام قبول کرنے کے بعد ہی آپ کی شخصیت کو پرکھنے اور قریب سے دیکھنے کا موقع ملا۔

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ جب بھی کسی کو بدعت کرتے پاتے' کسی زندیق کو دیکھتے' یا ان کی موجودگی میں کوئی نبی ﷺ پر اعتراض کی جسارت کرتا تو فوراً کہتے: اللہ کے رسول! اجازت دیجئے کہ میں اس کا سر قلم کر دوں۔ اگر رسول اللہ ﷺ انہیں اجازت دے دیتے تو وہ بیسیوں لوگوں کو قتل کر دیتے۔ رسول اللہ ﷺ کی اجازت کو عملی جامہ پہنانے میں ایک لمحے کی بھی تاخیر نہ کرتے۔

رسول اللہ ﷺ نے بھی ایک دن دیگر انسانوں کی طرح اس دارفانی سے کوچ کرنا تھا۔ جب رسول اللہ ﷺ فوت ہوئے تو سیدنا عمر رضی اللہ عنہ اس کا ادراک نہ کر سکے اور تلوار سونت کر کھڑے ہو گئے اور کہنے لگے: جو کہے گا کہ محمد ﷺ فوت ہو گئے ہیں میں اُس کا سر تن سے جدا کر دوں گا۔

(عبقرية عمر، لمحمود عباس العقاد)

رسول اللہ ﷺ کا خواب

رسول اللہ ﷺ نے اپنے ایک خواب کی تعبیر بیان کرتے ہوئے فرمایا:

خواب میں میرے سامنے کچھ لوگ لائے گئے جنہوں نے قمیصیں پہن رکھی تھیں۔ کسی کی قمیص سینے تک تھی۔ کسی کی اس سے بھی کم تھی۔ سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی قمیص اتنی لمبی تھی کہ آپ اسے گھسیٹتے ہوئے آ رہے تھے۔

صحابہ نے پوچھا: اللہ کے رسول ﷺ! آپ اس کی کیا تعبیر فرماتے ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''قمیص سے مراد دین ہے''۔

یعنی دین داری نے عمر کو سر سے پاؤں تک بلکہ اس سے بھی نیچے تک ڈھانپ رکھا ہے۔ دین نے انہیں اس طرح مزین کر دیا ہے کہ ان سے صرف خوبصورتی ہی جھلکتی ہے اور دین پر عمل کرتے وقت انہیں کسی مخالفت کی پروا نہیں ہوتی۔

(صحيح مسلم:2390)

سیدنا علی رضی اللہ عنہ بطور مشیر خاص

علامہ شبلی نعمانی رحمہ اللہ نے اپنی کتاب الفاروق میں یہ عنوان باندھا ہے: ''آل رسول ﷺ اور صحابہ رضی اللہ عنہم کے درمیان حقوق و آداب کی رعایت،،۔ اس میں وہ لکھتے ہیں: سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کسی بھی اہم معاملے میں اپنی رائے اس وقت تک قائم نہ فرماتے جب تک کہ علی رضی اللہ عنہ سے مشورہ نہ فرما لیتے۔ وہ انہیں انتہائی خیر خواہی اور اخلاص کی بنیاد پر مشورہ دیتے۔

وَلَمَّا سَافَرَ إِلَى بَيْتِ الْمَقْدِسِ اسْتَخْلَفَهُ فِي جَمِيعِ شُئُونِ الْخِلَافَةِ فِي الْمَدِينَةِ

''جب سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے بیت المقدس کی طرف سفر کیا تو تمام امور خلافت پر مدینہ میں انہی کو اپنا نائب بنایا۔

(علي بن أبي طالب مستشار أمين للخلفاء الراشدين)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اے عمر! اللہ سے ڈرتے رہنا

رسول اللہ ﷺ کے بعد ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ خلیفہ بنے۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے اسی طرح ہمرکاب رہے جس طرح نبی کریم ﷺ تھے۔ آپ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے سب سے زیادہ قابل اعتماد مشیر اور قابل بھروسہ وزیر تھے۔

جب سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا آخری وقت آن پہنچا تو اُنہوں نے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کو اپنے بعد خلیفہ نامزد کر دیا۔ اس نامزدگی کی تحریر میں انہوں نے سیدنا عمر کو مخاطب کرتے ہوئے لکھا:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

میں دنیا میں اپنا سفر ختم کرتے ہوئے آخرت کی طرف رختِ سفر باندھ رہا ہوں۔ اب میں آخرت میں اپنے اعمال کے ملنے والے اجر کا محتاج ہوں اور دنیاوی مال واسباب سے بے نیاز ہو چکا ہوں۔

اما بعد، عمر بن خطاب! میں نے تمہیں امت کے معاملات کا ذمہ دار بنایا ہے۔ اگر تم اس ذمہ داری کو بہتر انداز میں نبھاؤ گے اور عدل کرو گے تو میرا گمان یہی ہے کہ تم ایسا کرو گے۔ اور اگر تم خواہشات کے بے لگام گھوڑے کے پیچھے دوڑ پڑے تو دلوں کے بھید اللہ ہی بہتر جانتا ہے۔ اب میں دنیا میں لوگوں کے ساتھ اور رہنے کا مشتاق نہیں ہوں۔

عمر! اللہ سے ڈرتے رہنا کیونکہ پیغامِ اجل کسی بھی وقت آ پہنچتا ہے جس طرح میرے پاس آ پہنچا ہے۔ والسلام

(عبقرية عمر، لمحمود عباس العقاد)

تراشے

سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ لوگوں کو ہمیشہ منافقین سے خبردار رہنے کی تلقین کرتے۔ آپ فرمایا کرتے تھے:

''دو طرح کے آدمیوں سے تمہیں نقصان پہنچنے کا مجھے کوئی اندیشہ نہیں: ایک کھلا مؤمن اور دوسرا کھلا کافر! ۔ مجھے تمہارے بارے میں اس منافق انسان سے خدشہ ہے جو ایمان کی آڑ لے کر ناجائز کام کرتا ہے۔''

(عمر بن الخطاب، لصالح بن عبد الرحمن بن عبدالله: ص 66)

سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ بھلائی اور خیر میں سبقت کرنے والوں کے حقوق کا خصوصی تحفظ فرماتے تھے۔ ان کے پاس افراد کو پرکھنے کے لیے بڑے قوی اور عمدہ معیارات تھے۔ آیئے ذرا دیکھتے ہیں:

لَا يُعْجِبَنَّكُمْ طَنْطَنَةُ الرَّجُلِ وَلَكِنْ مَنْ أَدَّى

الْأَمَانَةَ وَكَفَّ عَنْ أَعْرَاضِ النَّاسِ فَهُوَ الرَّجُلُ

''تمہیں کسی آدمی کا رُعب داب تعجب میں نہ ڈال دے۔ صحیح معنوں میں بھلا آدمی وہ ہے جو امانت دار ہو اور لوگوں کی عزتوں کا لحاظ رکھے''۔

(فقه الائتلاف، لمحمود الخزندار: ص 164)

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ جب خلیفہ بنے' سب سے پہلے انہوں نے ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی وراثت کا جائزہ لیا۔ یہ دیکھ کر ان پر رقت طاری ہو گئی کہ ان کی میراث میں ان کے ملازم ثوبان اور سواری کے لیے ایک خچر کے علاوہ کچھ نہیں تھا۔

سیدنا عمر نے فرمایا: ابوبکر! آپ نے اپنے بعد آنے والے خلفاء کے لیے انتہائی کڑا معیار مقرر کر دیا ہے۔ اس معیار پر پورا اترنا کسی کے بس کی بات نہیں۔

(المنتظم لابن جوزی:4/127، اصحاب الرسول:1/105)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

خزانے کی مساویانہ تقسیم

سائب بن اقرع بیان کرتے ہیں: جب ہماری افواج نے ایران کو فتح کر لیا تو میں ایک دن کسریٰ کے محلات میں تھا۔ ایک جگہ کے بارے میں مجھے اندازہ ہوا کہ یہاں کوئی خزانہ مدفون ہے۔ میں نے وہ جگہ کھودی تو وہاں سے بہت بڑا خزانہ ملا۔ میں نے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کو خط لکھ کر اس خزانے کے بارے میں بتایا۔ میں نے انہیں یہ بھی لکھا کہ یہ خزانہ خود میں نے دریافت کیا ہے، اس لیے یہ سرکاری مال نہیں ہے، بلکہ میرا ذاتی حق ہے۔

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے مجھے جوابی خط لکھتے ہوئے فرمایا: ''تم مسلمانوں کے حکمرانوں میں سے ایک حکمران ہو۔ بحیثیت حاکم آپ کو جو کچھ ملا ہے اس میں سب لوگوں کا حق ہے، اس لیے آپ کو یہ ہدایت کی جاتی ہے کہ اس خزانے کو مسلمانوں میں برابر برابر تقسیم کر دیں''۔

(تاریخ الطبری: 491/4)

اصلاحات عمر

سیدنا عمر نے خلیفہ بننے کے بعد انتہائی شاندار تقریر کی۔ اس تقریر میں انہوں نے اپنے طرز سیاست، اپنی پالیسیوں اور لوگوں کے لیے اصلاحات کا اعلان کیا۔ ایسی اصلاحات کی دنیا کی تاریخ میں کوئی مثال نہیں ملتی اور یہ ''اصلاحات عمر'' کے نام سے تاریخ میں زندہ جاوید ہو گئیں۔ اصلاحات عمر کے بارے میں بڑے بڑے علماء، اسکالرز اور تاریخ کے ذہین ترین لوگوں نے اظہار خیال کیا اور انہیں بے مثال قرار دیا۔

(عبقریة عمر، لمحمود عباس العقاد)

مجوسی غلام کی دھمکی

ابن شہاب سے روایت ہے کہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کسی بھی بالغ مشرک کو مدینے میں داخل نہیں ہونے دیتے تھے۔ لیکن جب سیدنا مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ نے کوفے سے خط لکھا کہ ان کا ایک مشرک غلام بہت ہی ماہر کاریگر ہے اور وہ مدینہ آنا چاہتا ہے۔ اس کا کہنا ہے کہ اسے ایسے بہت سے کام آتے ہیں جن میں لوگوں کا فائدہ ہے۔ وہ لوہار بھی ہے، نقش و نگار بنانے کا کام بھی کرتا ہے اور بڑھئی کا کام بھی جانتا ہے۔

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے یہ سارے ہنر دیکھتے ہوئے اس کو مدینہ آنے کی اجازت دے دی۔ سیدنا مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ نے اس پر 100 درہم ماہانہ جزیہ فرض کیا تھا۔ وہ سیدنا عمر کے پاس شکایت لے کر آیا اور بولا: جزیہ کی یہ رقم بہت زیادہ ہے۔

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے اس سے پوچھا: ''تم کون کون سے کام کر لیتے ہو؟'' اس نے اپنے ہنر گنوائے۔ آپ نے فرمایا: ''ان کاموں کے مقابلے میں تم جو جزیہ دے رہے ہو وہ کچھ زیادہ نہیں''۔

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی بات سن کر وہ غصے میں بپھرا ہوا واپس لوٹ گیا۔ کئی راتوں کے بعد وہ غلام آپ کو دوبارہ دکھائی دیا تو آپ نے اسے بلایا اور فرمایا: ''میں نے سنا ہے تم کہتے ہو کہ اگر میں چاہوں تو ایسی چکی بنا سکتا ہوں جو ہوا کے زور پر چلے گی''۔ ابولؤلؤ نے غصے سے آپ کو دیکھا اور بولا: ''میں تمہارے لیے ایسی چکی بناؤں گا، جس کے بارے میں سب لوگ باتیں کریں گے''۔

آپ اس وقت چند لوگوں کے ساتھ کھڑے تھے۔ آپ نے ان کی طرف مڑے اور فرمایا: ''اس غلام نے ابھی مجھے قتل کی دھمکی دی ہے''۔

(الطبقات الکبری، لابن سعد: 345/3)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

انصاف اور بے خوفی

کسریٰ کا مشیر خاص ہرمزان امیر المؤمنین سیدنا عمر بن خطاب سے ملاقات کے لیے حاضر ہوا۔ اس نے ہیرے جواہرات سے مزین سونے کا تاج پہن رکھا تھا۔ ریشم کا لباس زیب تن کر رکھا تھا۔ مدینہ میں داخل ہو کر پوچھنے لگا: خلیفہ کا محل کہاں ہے؟ لوگوں نے بتایا یہاں محلات نہیں ہوتے۔ اس نے پوچھا: پھر بتاؤ کہ خلیفہ رہتا کہاں ہے۔ لوگوں نے مٹی کے ایک گھروندے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا کہ وہ خلیفہ کی رہائش گاہ ہے۔ اس نے بڑے تعجب سے ادھر اُدھر دیکھا کہ گارڈز کہاں ہیں۔ لوگوں نے وضاحت کی کہ خلیفہ کے لیے کوئی حفاظتی دستہ مقرر نہیں۔

ہرمزان نے دروازے پر دستک دی۔ سیدنا عمر کا بیٹا باہر آیا۔ ہرمزان نے پوچھا: خلیفہ کہاں ہیں؟ بیٹے نے جواب دیا: انہیں مسجد میں یا مدینہ میں کسی جگہ تلاش کرنا ہوگا۔ اُنہوں نے مسجد میں دیکھا' آپ نہ ملے۔ وہ لوگ آپ کو تلاش کرتے کرتے ایک درخت کے پاس پہنچے' جس کے نیچے سیدنا عمر ؓ اپنے بازو کا تکیہ بنائے' اپنی پیوند لگی چادر اوڑھے بڑے آرام سے گہری نیند سو رہے تھے۔ ان کا کوڑا ایک جانب پڑا تھا۔

ہرمزان سوچنے لگا: کیا یہی عمر بن خطاب ہیں۔ کیا یہی تاریخ کا سب سے بڑا فاتح ہے، کیا یہی شخص ہے جس کا نام سن کر بڑے بڑے بادشاہوں پر کپکپی طاری ہو جاتی ہے؟ کیا یہی عمر ہے جس نے بڑے بڑے متکبروں اور خائنوں کی گردنیں جھکا دی ہیں؟ یہ شخص کیسی بے نیازی سے ایک درخت کے نیچے آرام فرما رہا ہے۔ یہ کیفیت دیکھ کر ہرمزان پر دہشت طاری ہوگئی۔

اس نے ایک بڑا تاریخی جملہ بولا:

عَدَلْتَ فَأَمِنْتَ أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ

’’خلیفۃ المسلمین! آپ نے عدل وانصاف کیا اسی لیے آپ کو کوئی خوف نہیں‘‘۔

(المسك والعنبر في خطب المنبر، للدكتور عائض القرني)

دنیا انہیں مائل نہ کر سکی

دنیا کی رعنائی اور چکاچوند کبھی بھی سیدنا عمر کو اپنی طرف متوجہ نہ کر سکی۔ سونا' چاندی اور ہیرے جواہرات سے لدے اُونٹ مدینہ طیبہ میں آپ کی خدمت میں پیش کیے جاتے لیکن آپ کے پاس ایک دن بھی نہ ٹھہر پاتے۔ آپ ان خزانوں کو فقراء میں تقسیم کرنے کے بعد اپنے اُسی لباس میں نماز ادا کرتے جس پر چودہ چودہ پیوند لگے ہوتے۔ یہ وہی شخص ہے جس نے ہرقل کی سلطنت کا قلع قمع کر دیا، مگر دُنیا سے بے رغبتی ایسی کہ بعض اوقات جو کی خشک روٹی بھی میسر نہ ہوتی۔

(عبقرية عمر، لمحمود عباس العقاد)

کیا میں خائن حکمران بن جاؤں؟

ایک دفعہ سیدنا عمر ؓ کا ایک سسرالی رشتہ دار آیا۔ اس نے سیدنا عمر ؓ سے درخواست کی کہ مجھے بیت المال سے کچھ دیا جائے۔ سیدنا عمر ؓ نے اسے ڈانٹتے ہوئے فرمایا: تیرا ارادہ ہے کہ میں اللہ تعالیٰ کے سامنے ایک خائن حکمران کی حیثیت سے پیش ہوں۔ بعدازاں سیدنا عمر ؓ سے ایک مرتبہ حضرت علی ؓ نے فرمایا: امیر المؤمنین! آپ نے سرکاری مال میں بہت احتیاط سے کام لیا۔ آپ کی رعایا بھی اس سے اجتناب کرتی ہے۔ اگر آپ اس مال کو ناجائز استعمال کرتے تو آپ کی رعایا بھی ایسا ہی کرتی۔

سیدنا عمر ؓ خلافت کی ذمہ داری کے تقاضے کما حقہ پورے فرماتے تھے اور اپنی ذات اور اہلِ خانہ کا اپنے عمال سے بھی زیادہ محاسبہ کرتے تھے۔ یہی وجہ تھی کہ لوگوں کے دلوں پر ان کا رعب طاری رہتا تھا۔ اس طرح ہر خاص وعام آپ کی اطاعت گزاری میں ہمیشہ کوشاں رہا۔

(تاريخ الإسلام، للإمام الذهبي: 271/3)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے ہاں آدمی کو جانچنے کا معیار

ایک دفعہ ایک شخص سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے پاس کسی کی گواہی دینے آیا۔ آپ نے پوچھا کہ کیا یہ آدمی قابل اعتماد ہے، کیا اس کی گواہی قبول کی جاسکتی ہے؟ ایک آدمی نے عرض کیا: میں اس کے لائق اعتماد ہونے کی گواہی دیتا ہوں۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے اس آدمی کی طرف دیکھا اور دریافت فرمایا:

أَأَنْتَ جَارُ مَسْكَنِهِ؟

”کیا تم اس کے پڑوس میں رہتے ہو؟“

اس نے کہا: نہیں! سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے دوسرا سوال کیا:

أَعَاشَرْتَهُ يَوْمًا فَعَرَفْتَ حَقِيقَةَ أَمْرِهِ؟

”کیا تمہیں کبھی ایک دن اس کے ساتھ رہنے کا موقع ملا ہے کہ تم اس کی حقیقت جان سکو؟“

اس نے کہا: نہیں۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

أَسَافَرْتَ يَوْمًا مَعَهُ؟ ”کیا تم نے اس کے ساتھ کبھی سفر کیا ہے“؟

کیونکہ سفر کسی کے طرز عمل کو جانچنے کی کسوٹی ہے؟ اس نے کہا: نہیں، تو سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

لَعَلَّكَ رَأَيْتَهُ فِي الْمَسْجِدِ قَائِمًا قَاعِدًا يُصَلِّي

شاید تم نے اسے مسجد میں نماز پڑھتے دیکھا ہے؟

اس نے کہا: جی ہاں! سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

اِذْهَبْ فَأَنْتَ لَا تَعْرِفُهُ۔

”جاؤ بھائی تم اسے نہیں جانتے“۔

(عمر بن الخطاب، لصالح بن عبدالرحمن بن عبدالله: ص 66)

اس مہم کے لیے میں حاضر ہوں

سیدنا عمر فاروق مسند خلافت پر بیٹھے تو سب سے پہلے عراق کی مہم پر توجہ کی۔ بیعت کے لیے خلافت کے تمام اطراف و دیار سے بے شمار زعماء اور عام لوگ بھی آئے تھے۔ تین دن تک ان کا تانتا بندھا رہا۔ سیدنا عمر فاروق نے اس موقع کو غنیمت سمجھا اور مجمع عام میں جہاد کا وعظ کیا۔ چونکہ لوگوں کا عام خیال تھا کہ عراق حکومت فارس کا پایہ تخت ہے، اور وہ سیدنا خالد بن ولید کے بغیر فتح نہیں ہوسکتا، اس لیے سب خاموش رہے۔ سیدنا عمر نے کئی روز تک وعظ جاری رکھا لیکن کچھ اثر نہ ہوا، آخر چوتھے دن اس جوش سے تقریر کی کہ حاضرین کے دل ہل گئے۔ مثنیٰ شیبانی نے اٹھ کر کہا: مسلمانو! میں نے مجوسیوں کو آزما لیا ہے وہ مرد میدان نہیں ہیں۔ عراق کے بڑے بڑے اضلاع کو ہم نے فتح کر لیا ہے اور عجم کے لوگ ہمارا لوہا مان گئے ہیں۔ حاضرین میں ابوعبید ثقفی بھی تھے جو قبیلہ ثقیف کے مشہور بہادر سردار تھے وہ جوش ایمانی کے ساتھ اٹھ کھڑے ہوئے اور کہا: أَنَا لِهَذَا یعنی ”اس مہم کے لیے میں حاضر ہوں“۔ ابوعبید کی ہمت نے تمام حاضرین کو گرما دیا اور ہر طرف سے غلغلہ اٹھا کہ ہم سب حاضر ہیں۔ سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے مدینہ منورہ اور مضافات سے ایک ہزار آدمی منتخب کیے اور ابو عبید کو ان پر سپہ سالار مقرر کیا۔

(البداية والنهاية:26/7)

دنیا و آخرت کے ساتھی

عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما جو سیدنا عمر کے بڑے چہیتے تھے ان کی شہادت کے بعد ٹیک لگا کر انتہائی غمگین اور اداس بیٹھے تھے۔ ان کی آنکھوں سے بے اختیار آنسو بہہ رہے تھے۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے بارے میں کہنے لگے: ابوحفص! میں رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کرتا تھا: میں اور ابوبکر و عمر آئے، میں اور ابوبکر و عمر گئے، میں اور ابوبکر و عمر نکلے۔ یعنی نبی کریم ﷺ کی گفتگو میں اکثر ان دونوں حضرات کا ذکر ہوتا تھا۔ مجھے یقین ہے کہ آپ حشر میں بھی اپنے ان دو ساتھیوں کے ساتھ ہی ہوں گے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ کی تحسین

سیدنا عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ عرب کے مشہور سخی حاتم طائی کے صاحبزادے تھے۔ان کا تعلق قبیلہ طے سے تھا۔ یہ قبیلہ سعودی عرب کے علاقے ''حائل'' میں آباد تھا۔حاتم تو زمانہ جاہلیت میں ہی وفات پا گیا مگر اس کے بیٹے عدی پر اللہ تعالی کا خاص کرم ہوا اور انہوں نے اسلام قبول کیا اور صحابیت کے شرف سے مالا مال ہوئے۔ یہ سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے دور میں ایک وفد کے ساتھ مدینہ آئے۔ان کی آمد کا باقی حال انہی کی زبانی سنتے ہیں: میں اپنی قوم کے وفد کے ساتھ سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔انہوں نے بنو طے کے اس وفد کے ہر فرد کو دو دو ہزار درہم عطا فرمائے۔مگر انہوں نے مجھے کچھ نہ دیا۔میں ان کے سامنے آیا لیکن انہوں نے مجھ سے پھر اعراض کر لیا، میں دوبارہ ان کے چہرے کے سامنے آیا۔انہوں نے پھر اعراض کر لیا۔میں نے عرض کیا: امیر المؤمنین! کیا آپ مجھے نہیں جانتے؟

سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ میری بات سن کر خوب ہنسے اور فرمایا: ''میں تمہیں خوب جانتا ہوں۔

آمَنْتَ إِذْ كَفَرُوا وَأَقْبَلْتَ إِذْ أَدْبَرُوا وَوَفَيْتَ إِذْ غَدَرُوا۔

''تم تو اس وقت ایمان لائے جب لوگوں نے کفر کیا۔تم نے اس وقت آگے بڑھ کر ساتھ دیا جب لوگوں نے پیٹھ پھیر لی۔تم نے اس وقت وفا کی جب لوگوں نے اسلام سے غداری کی''۔

پہلا صدقہ جس نے رسول اللہ ﷺ کے چہرے کو روشن کیا، وہ صدقہ بنو طے کا تھا اور تم ہی اسے لے کر آئے تھے، پھر سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اسے نہ دینے کی وجہ بیان فرمائی:

إِنَّمَا فَرَضْتُ لِقَوْمٍ أَجْحَفَتْ بِهِمُ الْفَاقَةُ وَهُمْ سَادَةُ عَشَائِرِهِمْ، لِمَا يَنُوبُهُمْ مِنَ الْحُقُوقِ

''میں دراصل ایسے لوگوں کو دینا چاہتا ہوں جو فاقہ زدہ ہیں۔وہ اپنے اعزہ و اقارب کے سرپرست ہیں اور ان پر بہت سی ذمہ داریاں ہیں''۔

(صحيح مسلم، حديث:2523، ومسند أحمد:1/405)

ماں کا فرمانبردار مجاہد

ایک دفعہ کچھ مجاہدین شام سے یمن جاتے ہوئے مدینہ ٹھہر گئے۔سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی عادت تھی کہ وہ صبح کی نماز کے بعد بڑے بڑے برتنوں میں کھانا رکھوا دیتے تھے۔شامی قافلہ وہاں رکا۔ان میں سے ایک آدمی بائیں ہاتھ سے کھانے لگا۔سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کھانے کے وقت لوگوں کی نگرانی کیا کرتے تھے۔سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اس شخص سے فرمایا: بھئی دائیں ہاتھ سے کھاؤ۔اس نے کوئی جواب نہ دیا۔سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے دوبارہ فرمایا: دائیں ہاتھ سے کھانا کھاؤ۔اس نے عرض کیا: امیر المؤمنین! وہ ہاتھ مصروف ہے۔جب وہ کھا کر فارغ ہوا تو سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اسے بلایا اور دریافت فرمایا: تمہارے ہاتھ کی کیا مصروفیت تھی؟ اس نے اپنا بازو سامنے کیا تو سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو دھچکا لگا اُس کا دایاں ہاتھ کٹا ہوا تھا۔سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اس کی وجہ پوچھی تو اس نے بتایا کہ یہ ہاتھ جنگ یرموک میں کٹ گیا تھا۔

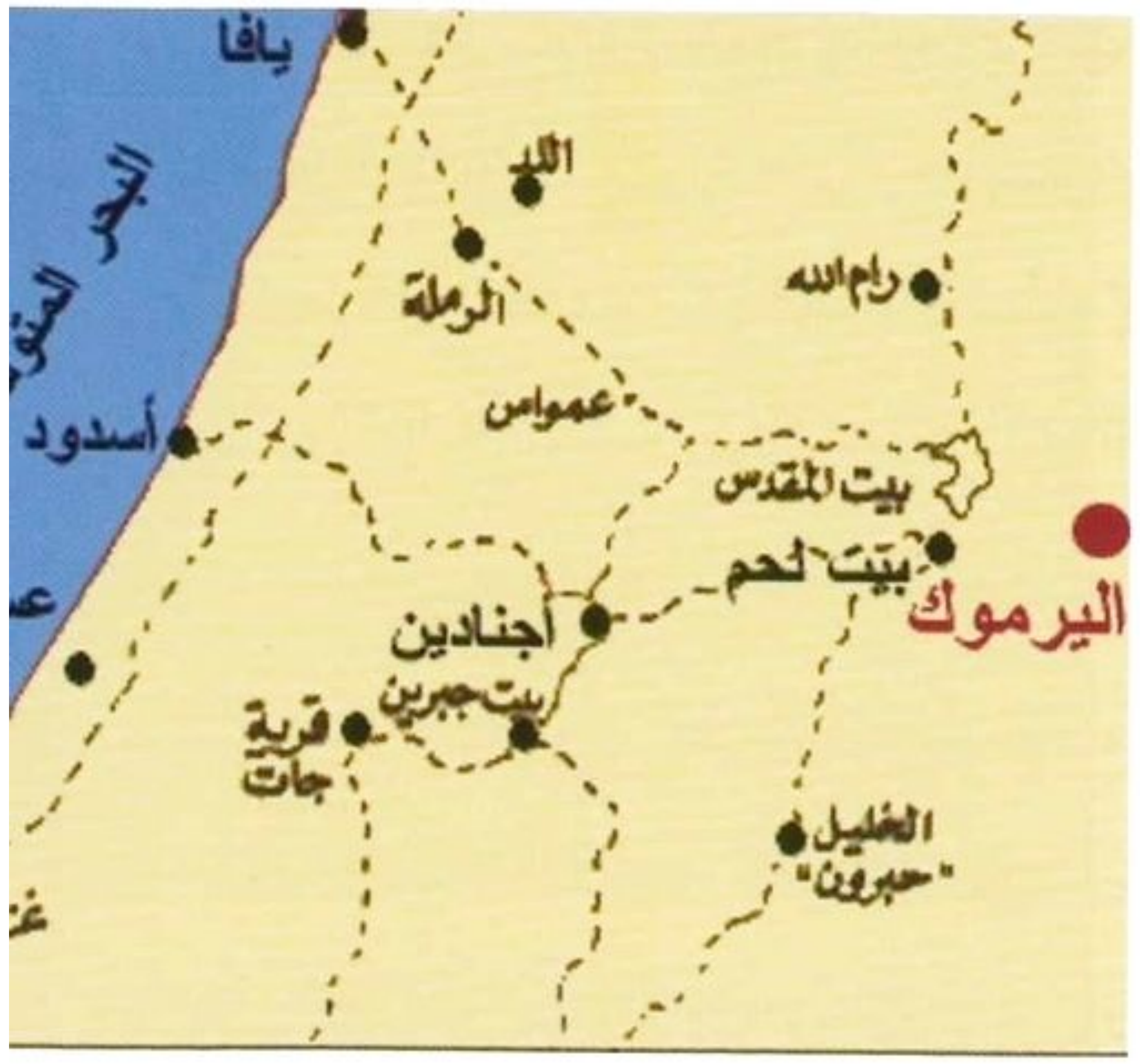

سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ آبدیدہ ہو گئے اور پوچھنے لگے: تمہیں وضو کون کراتا ہے؟ اس نے کہا: میں بائیں ہاتھ سے وضو کر لیتا ہوں اور اللہ تعالیٰ میری مدد فرماتا ہے۔سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے دریافت فرمایا: تم کہاں جا رہے ہو؟ اس نے جواب دیا: یمن جا رہا ہوں، وہاں میری والدہ رہتی ہیں، مدت دراز سے میری ان سے ملاقات نہیں ہوئی۔ارشاد فرمایا: أَوَ بِرٌّ أَيْضًا۔ ''کیا تو والدہ کے ساتھ نیکی کرنے کے لیے جانا چاہتا ہے''؟ چنانچہ ایک خادم، صدقے کے پانچ اونٹ اور ان پر اشیائے ضرورت لاد کر سب کچھ اس کے حوالے کر دیا''۔

(الشيخان أبو بكر وعمر من رواية البلاذري: ص 174، 175)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اویس قرنی رحمۃ اللہ علیہ سے دعا کی درخواست

یمن سے جب بھی وفود آتے سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ ان سے دریافت فرماتے:

أَفِيكُمْ أُوَيْسُ بْنُ عَامِرٍ۔

"کیا تم میں اویس بن عامر ہیں"؟

حتی کہ ایک دن انہیں اویس بن عامر مل گئے۔ وہ ان کے قریب تشریف لائے تو دریافت کیا: کیا تم اویس بن عامر ہو؟ انہوں نے کہا: جی ہاں! پوچھا: کیا تم مراد قبیلے سے ہو اور پھر اس کی شاخ قرن سے تعلق رکھتے ہو؟ جواب ملا: جی ہاں! فرمایا: تمہیں پھلبہری تھی اور ایک درہم بھر جگہ کے سوا تمہارے سارے جسم کو شفا نصیب ہو چکی ہے؟ انہوں نے کہا: جی ہاں! سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے پوچھا: کیا تمہاری والدہ زندہ ہے؟ اویس نے کہا: جی ہاں! سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے:

يَأْتِي عَلَيْكُمْ أُوَيْسُ بْنُ عَامِرٍ مَعَ أَمْدَادِ أَهْلِ الْيَمَنِ مِنْ مُرَادٍ ثُمَّ مِنْ قَرَنٍ،
كَانَ بِهِ بَرَصٌ فَبَرَأَ مِنْهُ إِلَّا مَوْضِعَ دِرْهَمٍ، لَهُ وَالِدَةٌ هُوَ بِهَا بَرٌّ،
لَوْ أَقْسَمَ عَلَى اللَّهِ لَأَبَرَّهُ، فَإِنِ اسْتَطَعْتَ أَنْ يَسْتَغْفِرَ لَكَ فَافْعَلْ

"تمہارے پاس یمن کے امدادی لشکروں میں اویس بن عامر آئیں گے۔ وہ قبیلہ بنو مراد کی شاخ قرن سے تعلق رکھنے والے ہوں گے۔ انہیں پھلبہری رہی ہوگی، لیکن ان کے سارے جسم کو سوائے ایک درہم بھر جگہ کے شفا ہو چکی ہوگی۔ ان کی والدہ بقید حیات ہوں گی۔ اویس اپنی والدہ کے نہایت فرماں بردار ہیں۔ اگر وہ اللہ پر قسم ڈال دیں تو اللہ اُن کی قسم پوری فرما دے گا۔ اے عمر! اگر ممکن ہو سکے تو اُن سے مغفرت کی دعا ضرور کرانا۔

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے ان سے کہا: آپ میرے لیے مغفرت کی دعا کریں۔ حضرت اویس رحمۃ اللہ علیہ نے سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے لیے مغفرت کی دعا فرمائی۔ سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے پوچھا: آپ کہاں جا رہے ہیں؟

حضرت اویس رحمۃ اللہ علیہ نے عرض کیا: میں کوفہ جا رہا ہوں۔ سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا: کیا میں وہاں کے گورنر کو خط لکھ دوں کہ وہ آپ کے ساتھ حُسن سلوک کرے؟ اویس نے عرض کیا: مجھے عوام الناس کے ساتھ گھل مل کر رہنا زیادہ محبوب ہے۔

اگلے سال قرن قبیلے کا سردار مدینہ آیا تو سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اویس رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں دریافت فرمایا۔ اس نے بتایا کہ اویس کی مالی حالت نہایت مخدوش ہے دنیاوی ساز وسامان بالکل نہیں ہے۔ سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے جو کچھ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے اویس قرنی کے بارے میں سنا تھا اسے بھی بتا دیا۔ جب وہ واپس گیا تو اویس رحمۃ اللہ علیہ کے پاس پہنچا۔ عرض کیا: میرے لیے مغفرت کی دعا کیجیے۔ انہوں نے فرمایا: آپ تو خود ابھی ابھی ایک مبارک سفر سے آئے ہیں، لہٰذا آپ میرے لیے دعا کیجیے۔ اس نے اصرار کیا کہ نہیں، آپ ہی میرے لیے مغفرت کی دعا کیجیے۔ اویس رحمۃ اللہ علیہ نے پوچھا: کیا تمہاری ملاقات سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے ہوئی؟ اس نے اثبات میں جواب دیا۔ پھر اویس رحمۃ اللہ علیہ نے اس کے لیے بخشش کی دعا فرمائی۔ اب عام لوگوں کو ان کے مقام ومنزلت کا علم ہو گیا لہٰذا انہوں نے وہ جگہ چھوڑ دینے کا فیصلہ کیا اور وہاں سے نکل کر کسی اور جگہ منتقل ہو گئے۔

(صحیح مسلم، حدیث:2542)

نصیحت قبول کرنے کا حوصلہ

عاصم بن بہدلہ بیان کرتے ہیں کہ سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے ایک قریبی ساتھی نے بیان کیا: ہم سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے پاس بیٹھے تھے۔ نماز کا وقت ہو چکا تھا ایک آدمی کی ہوا خارج ہو گئی۔ سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جس کی ہوا خارج ہوئی ہے میں اُسے حکم دیتا ہوں کہ وہ اُٹھے اور وضو کر کے آئے۔

جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ بولے: امیر المؤمنین! آپ ہم سب کو حکم دیجیے کہ ہم سب اٹھیں اور وضو کریں تاکہ وہ آدمی پردے میں رہے۔ سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے ان کی رائے کو تدبر ودانشمندی پر محمول کرتے ہوئے ایسا ہی کیا۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سیدنا عمر فاروق اور عبداللہ بن حذافہ رضی اللہ عنہما

جلیل القدر صحابی عبداللہ بن حذافہ رضی اللہ عنہ کو رومیوں نے قید کرلیا۔ وہ انہیں اپنے بادشاہ کے پاس لے گئے۔ بادشاہ نے ان سے کہا: تم عیسائی بن جاؤ! میں تمہیں اپنی بادشاہت میں شریک کرلوں گا اور اپنی بیٹی سے تمہارا نکاح بھی کردوں گا۔ عبداللہ بن حذافہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

لَوْ أَعْطَيْتَنِي جَمِيعَ مَا تَمْلِكُ وَجَمِيعَ مَا تَمْلِكُهُ الْعَرَبُ
عَلَى أَنْ أَرْجِعَ عَنْ دِينِ مُحَمَّدٍ ﷺ طَرْفَةَ عَيْنٍ مَا فَعَلْتُ

"بادشاہ! اگر تم اپنی اور سارے عرب کی بادشاہت بھی مجھے اس قیمت پر عطا کردو کہ میں صرف ایک لمحے کے لیے محمد ﷺ کے دین سے ہٹ جاؤں تب بھی مجھے یہ سودا ہرگز قبول نہ ہوگا"۔

بادشاہ نے دھمکی دی: پھر میں تجھے قتل کرڈالوں گا۔ انہوں نے کہا: جیسی تمہاری مرضی۔ بادشاہ کے حکم کے مطابق انہیں سُولی پر باندھ دیا گیا اور تیراندازوں کو حکم ملا کہ عبداللہ کے ہاتھوں اور پاؤں کے قریب قریب تیر چلاؤ۔ اسی دوران وہ عبداللہ کو نصرانی ہونے کی دعوت بھی دیتا رہا۔ عبداللہ بن حذافہ رضی اللہ عنہ مسلسل انکار کرتے رہے۔ بادشاہ نے انہیں سُولی سے نیچے اتارنے کا حکم دیا اور پیتل کی ایک بڑی دیگ منگوائی، اس میں تیل گرم کیا گیا، پھر ایک مسلمان قیدی کو لایا گیا اور اسے عبداللہ بن حذافہ رضی اللہ عنہ کے سامنے اس میں ڈال دیا گیا۔ چند ہی لمحوں میں اس کا گوشت جل گیا اور ہڈیاں جھلکنے لگیں۔ بادشاہ نے پھر عبداللہ بن حذافہ رضی اللہ عنہ کو نصرانیت قبول کرنے کی دعوت دی۔ انہوں نے پھر قطعی انکار کیا۔ بادشاہ نے عبداللہ رضی اللہ عنہ کو بھی اس دیگ میں پھینکنے کا حکم دیا۔ جب انہیں چرخی کی طرف لے جایا گیا تو وہ بے اختیار رو پڑے۔

بادشاہ کو یقین ہوگیا کہ اب عبداللہ رضی اللہ عنہ نصرانیت قبول کرلیں گے۔ اس نے عبداللہ رضی اللہ عنہ کو بلایا، رونے کی وجہ پوچھی اور ایک بار پھر انہیں نصرانیت قبول کرنے کی ترغیب دی۔ عبداللہ بن حذافہ رضی اللہ عنہ نے کہا: میں نصرانیت ہرگز قبول نہیں کروں گا۔ پھر فرمایا:

إِنِّي إِنَّمَا بَكَيْتُ لِأَنَّ نَفْسِي إِنَّمَا هِيَ نَفْسٌ وَاحِدَةٌ
تُلْقَى فِي هَذِهِ الْقِدْرِ السَّاعَةَ فِي اللَّهِ

"میں تو صرف اس لیے رو رہا ہوں کہ میرے پاس صرف ایک جان ہے جسے اس وقت اللہ کے راستے میں اس دیگ میں ڈالا جارہا ہے"۔

فَأَحْبَبْتُ أَنْ يَكُونَ لِي بِعَدَدِ كُلِّ شَعْرَةٍ فِي
جَسَدِي نَفْسٌ تُعَذَّبُ هَذَا الْعَذَابَ فِي اللَّهِ

"جبکہ میری آرزو یہ ہے کہ میرے جسم پر موجود ہر ہر بال کے بدلے میں ایک ایک جان ہوتی اور میں اللہ کے راستے میں وہ ساری جانیں اسی طرح قربان کردیتا"۔

بعض روایات میں ہے کہ بادشاہ نے عبداللہ رضی اللہ عنہ کو قید کردیا۔ کچھ دنوں تک کھانا پینا بند رکھا، پھر شراب اور خنزیر کا گوشت کھانے کو دیا۔ عبداللہ رضی اللہ عنہ اس کے قریب بھی نہ پھٹکے۔

بادشاہ نے انہیں بلایا اور دریافت کیا: تو نے یہ کھانا کیوں نہیں کھایا؟ عبداللہ رضی اللہ عنہ نے جواب دیا: یہ کھانا اس وقت مجبوری کی حالت میں اگرچہ میرے لیے جائز ہے لیکن میں تمہیں خوش نہیں کرنا چاہتا۔ بادشاہ نے کہا: فَقَبِّلْ رَأْسِي وَأَنَا أُطْلِقُكَ۔ "اچھا اگر تم میرے سر کو بوسہ دے دو تو میں تمہیں آزاد کردوں گا"۔

عبداللہ بن حذافہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: پھر صرف مجھے ہی نہیں بلکہ تمام مسلمان قیدیوں کو رہا کرنا ہوگا! اس نے کہا: ہاں! منظور ہے۔ عبداللہ بن حذافہ رضی اللہ عنہ نے اس کے سر کو بوسہ دیا۔ بادشاہ نے ان کے ساتھ سارے قیدیوں کو رہا کردیا۔ جب وہ سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچے تو سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

حَقٌّ عَلَى كُلِّ مُسْلِمٍ أَنْ يُقَبِّلَ رَأْسَ عَبْدِاللَّهِ بْنِ حُذَافَةَ
وَأَنَا أَبْدَأُ، فَقَامَ فَقَبَّلَ رَأْسَهُ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ

مسلمانوں کے ہر فرد پر لازم ہے کہ عبداللہ بن حذافہ رضی اللہ عنہ کے سر کو بوسہ دے اور میں پہل کرتا ہوں، پھر آگے بڑھے اور عبداللہ رضی اللہ عنہ کے سر کو بوسہ دیا۔ (تفسير ابن كثير، تفسير سورة النحل الآية: 106)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بیت المقدس کی فتح کے موقع پر فراخدلانہ طرزِ عمل

بیت المقدس فتح ہوا تو سیدنا عمر ؓ نے عیسائیوں کے ساتھ معاہدہ کیا اور انہیں درج ذیل الفاظ میں امان لکھ کر دی:

''ان کی جان، اولاد، مال اور تمام عبادت گاہیں محفوظ ہوں گی۔ ان کی عبادت گاہوں کو گرایا جائے گا نہ ان میں رہائش اختیار کی جائے گی۔'' معاہدہ لکھا جا رہا تھا کہ نماز کا وقت ہو گیا۔ حضرت عمر ؓ اس وقت گرجا گھر ''القیامۃ'' میں تھے۔ انہوں نے گرجا گھر سے باہر نکل کر اس کے دروازے کے پاس بنے ہوئے چبوترے پر اکیلے نماز ادا کی اور بڑے پادری سے کہا: اگر میں گرجا گھر میں نماز ادا کرتا تو میرے بعد مسلمان اسے چھین لیتے اور یہ جواز پیش کرتے کہ عمر نے یہاں نماز پڑھی ہے۔ پھر ایک نوشتہ تحریر کیا کہ کوئی مسلمان چبوترے پر بھی نماز نہ پڑھے، البتہ ضرورت کے پیش نظر انفرادی طور پر بغیر جماعت اور اذان کے اجازت ہے۔

آپ عیسائیوں کے ساتھ جس گرجا گھر کے بارے میں بھی معاہدہ کرتے کہ اسے برقرار رکھا جائے گا اور اسے گرانا یا وہاں رہائش اختیار کرنا جرم ہو گا۔ اس میں اسی طرح نماز ادا کرتے۔

آپ کے ان عیسائیوں سے معاہدے سخاوت، فراخ دلی اور مروت کی ایسی عمدہ مثال ہیں کہ کسی بھی

تہذیب سے تعلق رکھنے والا انسان وہاں تک پہنچنے کا تصور بھی نہیں کر سکتا، چنانچہ آپ نے ان کے امان نامے میں لکھا:

''یہ وہ امان ہے جو اللہ کے بندے امیر المؤمنین عمر نے اہل ایلیاء کو دی ہے۔ اس نے انہیں جان، مال، گرجا گھروں اور صلیب وغیرہ کے بارے میں امان دے دی ہے کہ ان کے گرجا گھروں کو رہائش گاہوں میں بدلا جائے نہ منہدم کیا جائے اور نہ اس کا کوئی حصہ استعمال میں لایا جائے۔ اسی طرح گرجا گھروں اور صلیب کی آمدن، یعنی نذرانے اور ان کے دیگر اموال سے بھی تعرض نہ کیا جائے۔ انہیں ان کا دین چھوڑنے پر مجبور کیا جائے نہ کسی کو نقصان پہنچایا جائے۔ ایلیاء میں کوئی یہودی ان کے ساتھ نہیں رہے گا۔ اہل ایلیاء کی ذمہ داری ہے کہ وہ جزیہ صحیح طور پر ادا کریں جیسا کہ مدائن والے ادا کرتے ہیں، نیز رومی اور چور یہاں سے نکل جائیں۔ جو نکل گیا اس کے مال و جان کو امان ہے حتی کہ وہ اپنی منزل پر پہنچ جائے۔ اور ان میں سے جو یہاں رہنا چاہے وہ بھی امن کے ساتھ رہ سکتا ہے، تاہم اسے بھی ایلیاء والوں کی طرح جزیہ اور ٹیکس دینا ہوگا۔ اہل ایلیاء میں سے جو اپنے مال و جان کے ساتھ رومیوں کے ہمراہ جانا چاہے اور اپنے گرجا گھر اور صلیب وغیرہ چھوڑنا چاہے اس سے بھی تعرض نہیں کیا جائے گا بلکہ وہ امن کے ساتھ جا سکتا ہے۔''

(تاریخ الطبری:4/431-436، حروب القدس، ص:41)

ایک غلام کی قریشی عورت سے شادی

سیدنا عمر ؓ نے قبائل کو آپس میں شادیاں کرنے کی رغبت دلائی تا کہ باہمی اُلفت میں اضافہ ہو، یہاں تک کہ ایک غلام ایک قریشی کے پاس گیا اور اسے اُس کی بہن سے شادی کا پیغام دیا۔ قریشی نے انکار کر دیا۔ سیدنا عمر فاروق ؓ اس قریشی کے پاس گئے اور دریافت فرمایا: آپ اپنی بہن کی شادی اس سے کیوں نہیں کرتے، حالانکہ وہ ایک باصلاحیت آدمی ہے، اس میں دنیا کی خیر یعنی مال اور آخرت کی بھلائی یعنی تقویٰ موجود ہے۔ آپ بہن کی رضامندی معلوم کر لیں اگر وہ راضی ہو تو اس کی شادی اس آدمی سے کر دیجیے۔ اس قریشی نے سیدنا عمر فاروق ؓ کے ارشاد پر عمل کیا اور اپنی بہن کی شادی اُسی غلام سے کر دی۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قبولِ اسلام میں سبقت کرنے والوں کو ترجیح

سیدنا عمر ؓ کے نزدیک کسی شخص کا دوسرے پر فضیلت پانے کا معیار حسن عمل تھا۔ ایک دفعہ سیدنا عمر فاروق ؓ کے دروازے پر بہت سے قریشی سردار آگئے۔ ان میں سہیل بن عمرو بن حارث اور ابوسفیان بن حرب سرفہرست تھے۔ عین اسی وقت سیدنا بلال ؓ اور صہیب ؓ جیسے کچھ ایسے آزاد کردہ غلام بھی حاضر ہوئے جنہیں اسلام لانے میں سبقت کا شرف حاصل تھا۔ سیدنا عمر فاروق ؓ نے سب سے پہلے ان فقیر غلاموں کو باریابی کی اجازت دی اور قریشی سرداروں کو ان کے بعد شرفِ ملاقات بخشا۔ قریشی سردار سیدنا عمر فاروق ؓ کے اس طرزِ عمل پر بڑے ناراض ہوئے۔ ابوسفیان نے اپنے ساتھیوں سے کہا: آج کے دن جیسا رسوا کن دن میں نے کبھی نہیں دیکھا۔ عمر ؓ غلاموں کو شرف ملاقات بخشتے ہیں اور ہمیں دروازے پر کھڑا رکھتے ہیں۔ سہیل ؓ نے کہا: اے لوگو! اللہ کی قسم! میں تمہارے چہروں پر ناراضی کے آثار دیکھ رہا ہوں۔ اگر تم سیدنا عمر فاروق ؓ کے اس عمل پر ناراض ہو تو پھر تمہیں اپنے ماضی پر بھی نادم ہونا چاہیے، ان غلاموں کو اور تمہیں اسلام لانے کی دعوت ایک ساتھ ہی دی گئی تھی۔ انہوں نے فوراً بلا تاخیر اسلام قبول کر لیا تھا لیکن تم لوگوں نے تاخیر کی۔ اب تم اس وقت کی فکر کرو جب قیامت کے دن ان لوگوں کو تم سے پہلے آواز دی جائے گی۔

(مناقب عمر، لابن الجوزي: ص 129)

ایک زخم خوردہ مجاہد کی عزت افزائی

ایک دفعہ لوگ سیدنا عمر فاروق ؓ سے عطیات وصول کر رہے تھے۔ انہوں نے اپنی نگاہ اٹھائی تو ایک آدمی کے چہرے پر گہرا زخم دیکھا۔ اس سے اس کا سبب دریافت فرمایا تو اس نے جواب دیا: مجھے یہ زخم ایک غزوہ میں لگا تھا۔ سیدنا عمر فاروق ؓ نے فوراً حکم دیا: اسے ایک ہزار درہم عطا کرو۔ جب اسے ایک ہزار درہم مل گئے تو سیدنا عمر فاروق ؓ نے پھر حکم دیا کہ اسے ایک ہزار درہم اور دے دو۔ جب وہ بھی مل گئے تو سیدنا

سیدنا علی ؓ کے سر کا بوسہ

ایک آدمی نے حضرت علی ؓ کے بارے میں سیدنا عمر فاروق ؓ سے شکایت کی۔ جب سیدنا عمر فاروق ؓ اس قضیے کا فیصلہ کرنے تشریف لائے تو علی ؓ سے فرمایا: ابوالحسن! دعویدار کے ساتھ بیٹھیے۔ یہ بات سُن کر علی ؓ کا چہرہ متغیر ہو گیا۔ جب سیدنا عمر فاروق ؓ نے اس قضیے کا فیصلہ سُنا دیا تو علی ؓ سے فرمایا: ابوالحسن! شاید میں نے آپ کو ناراض کر دیا ہے کیونکہ میں نے آپ کے اور مدعی کے درمیان مساوات قائم کی ہے؟ حضرت علی ؓ نے فرمایا: جی ہاں! میں ناراض ہوا ہوں لیکن میری ناراضی کی وجہ یہ ہے کہ آپ نے میرے اور میرے مخاصم کے مابین مساوات قائم نہیں کی۔ آپ نے مجھے میری کنیت سے پکارا اور عزت بخشی، جبکہ میرے حریف کو آپ نے صرف نام لے کر مخاطب کیا۔ یہ سن کر سیدنا عمر فاروق ؓ نے حضرت علی ؓ کے سر کو بوسہ دیا اور فرمایا:

لَا أَبْقَانِي اللّٰهُ أَرْضًا لَيْسَ فِيهَا أَبُو الْحَسَنِ

”اللہ! مجھے ایسی سرزمین پر زندہ نہ رکھے جہاں علی ؓ نہ ہوں“۔

(عمر بن الخطاب، لصالح عبدالرحمن: 79)

عمر فاروق ؓ نے تیسری اور پھر چوتھی دفعہ بھی اس کے لیے ہزار ہزار درہم لانے کا حکم دیا۔ رقم لینے والا مجاہد اس قدر عطیہ لینے سے شرما گیا اور وہاں سے فوراً چلا گیا۔ سیدنا عمر فاروق ؓ نے اس کے بارے میں دریافت فرمایا تو لوگوں نے اس کے جانے کا سبب بیان کیا۔ سیدنا عمر فاروق ؓ نے فرمایا: اگر وہ یہاں رہتا تو جب تک ایک درہم بھی باقی تھا، میں اُسے عطا کرتا رہتا۔ اس شخص کا کتنا بڑا مقام ہے جسے اللہ تعالیٰ کے راستے میں چہرے پر گہری ضرب لگی اور گڑھا پڑ گیا۔

(مناقب عمر، لابن الجوزي: ص 74)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ